ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء و لکن لا تشعرون

باطل شکن

جس مین

استمداد سماع موتی، بناء علی القبور اور دیگر اُن مسائل پر مدلل بحث کیگئی ہی جن پر نجدیون کی تکفیر مسلمین کا انحصار اور مشرک سازی کا دارومدار ہی

مُرتبہ

(مولانا قاری) شاہ محمد جعفر صاحب پھلواروی ندوی

ابن

تاج الوفا فخر العلما حضرت قبلہ مولانا الحاج قاری شاہ محمد سلیمان صاحب رضا قادری چشتی پھلواروی

حسب ایما ملک وکیل احمد گیاوی

باہتمام محمد اسمعیل صدیقی

مطبوعہ عباسی پریس لاٹوش روڈ لکھنؤ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامدًا ومصلیًا ومسلمًا

اما بعد۔ رسولؐ بیشک حیات وممات کے ساتھ متصف ہے مگر اسکی
زندگانی اور وفات عام لوگون کی حیات وموت کی سی نہین ہوتی، رسولؐ کو
نفسانی زندگی کے ساتھ اعلیٰ روحانی زندگی بھی ہوتی ہے جسکے انعکاس سے
وہ مردہ دلون کو زندہ کرتا ہے جسے خدانے یزکیھم کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے
اور رسولؐ روحانی جذبات کو اپنے حکیمانہ روحانی خیال سے قوم کے خیال مین
اتارتا ہے جسکو خدانے یعلمھم الکتاب والحکمۃ سے تعبیر فرمایا ہے۔

الغرض رسولؐ فقط زندہ ہی نہین ہوتا بلکہ ایک تازہ زندگانی اور روحانی
حیات بھی بخشتا ہے وہ ایک ایسی پاک اور مہذب قوم آراستہ کرتا ہے کہ جسکی
شان ہے لاخوف علیھم ولاھم یحزنون۔ اور اس قوم کی روحانی
زندگانی ایسی مضبوط ہوتی ہے کہ اگر کوئی ظالم ان پر ظلم کرے، کوئی شقی اونکو
ہلاک وبرباد کرے راہ خدا مین اونکو قتل کر دیا جائے۔ تو اونکو اپنے اس جسم و
جان کی پرواہ بھی نہین ہوتی کیونکہ اونکی جان کوئی معمولی جان نہین وہ اس قتل
کئے جانے پر دور نہین پڑگئے بلکہ وہ عالم شہادت مین ہین اسی لئے اونکو
شہید کہا جاتا ہے اور عام مردون کی طرح اونکو سمجھنے سے سخت ممانعت
کی گئی اور جسکم سنادیا گیا کہ ولاتقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل

احیاء ولکن لاتشعرون"، جب رسولؐ ایسی زندہ جاوید قوم پیدا کرتا ہے کہ
جسکو مردہ نہین کہا جا سکتا، پھر اُس برگزیدہ رسولؐ کو جو بدرجہا
اُن (شہیدون) سے بڑھکر ہے، عام مردون کی طرح کہا اور سمجھا جائے اور اسکی
موت کو عام لوگون کی سی موت شمار کیا جائے۔ یہ اون بے شعور لوگون کا کام
ہے جنکو خدا نے لاتشعرون فرمایا ہے۔

اہل فہم و فراست اور اہل دانش و بینش ہرگز ایسا نہین سمجھ سکتے نہ کہہ سکتے
ہین۔ انک میت وانھم میتون سے وہ عام موت مراد ہے جسے ایک جگہ
کل نفس ذائقۃ الموت کرکے تعبیر کیا ہے۔ اور اس سے کوئی مسلمان
انکار نہین کرتا، لیکن جسطرح رسولؐ کی زندگانی معمولی اور عام لوگون کی سی زندگانی
نہین، اسی طرح اسکی موت بھی عام لوگون کی سی موت نہین ہو سکتی۔

(۲) رسول ابدی و دائمی طور سے ہمارے اور خداوند تعالٰے کے درمیان
وسیلہ ہوتا ہے اسلئے وہ عام بشر کی طرح نہین بلکہ اسکو ایک طاقت عطا کیجاتی
ہے جسکو فوق طاقت بشری کہتے ہین اور وہی اسکا معجزہ ہے۔ وہ آسمان کی
سیر کرتا ہے طبقات زمین کا مشاہدہ کرتا ہے کبھی عالم لاہوت مین مستغرق اور کبھی
عالم ملکوت مین جلوہ فگن اور کبھی اپنے گھر ہی کو ایسا عالم ملکوت بنا دیتا ہے کہ
وہان بجز نغمہ تسبیح و تقدس کے رجس و آثام کی ہوا بھی لگنے نہین
پاتی۔ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم
تطھیرا۔ اور اپنے رفقا و انصار پر اپنی شرح صدر، اپنی خداداد ہمت مردانہ
اور خلق عظیم و رحمت عمیم و خلوص تعبدی کا جب وہ انعکاس ڈالتا ہے تو
بہت جلد ایک ایسی قوم طیار ہو جاتی ہے کہ اشداء علی الکفار رحماء
بینھم تراھم رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللہ و رضوانا سیماھم

فی وجوههم من اثر السجود - کی تجلی نظر آنے لگتی ہے -

وہ رسول رحمۃ للعلمین کے لقب سے مخاطب تھا اور بالمومنین رؤف
رحیم - اسکی خاص شان تھی - اسلئے ماں باپ سے زیادہ ہمپر مہربان اور
ہمارے دکھ درد کا شریک اور ہمارا مونس وغمگسار تھا ہمیں جب بھوک لگتی
اسکے آگے روتے وہ تھوڑی سی روٹیوں سے ہم سبھوں کو آسودہ کر دیتا - پیاس
کی جب شکایت کرتے تو سنسان میدان میں چشمہ پیدا کر کے ہمکو سیراب کرتا -
بخار آتا تو وہ دوا بتاتا - آنکھیں جاتی رہتیں اور اسکے آگے روتے تو وہ اپنی
تدبیر سے آنکھیں بخشتا - ہاتھ پیر پر جب کبھی صدمہ پہونچتا تو وہ اپنے دست
کرم کے مس سے چنگا کر دیتا -

الغرض کبھی اسنے محروم نہ کیا جو مانگا سو پایا -

پہلے مقدمہ سے جب یہ ثابت ہے کہ ظاہری موت کے بعد کی
حیات ایک حیوۃ اعلی من حیاتہ الدنیا ہے - تو پھر کیوں ہم اپنی مصیبتوں کو
اسکے آگے نہ کہیں - اور دعا کی مدد اس سے کیوں نہ لیں - کیا میرا تعلق
منقطع ہو گیا کیا اب میرا وہ وسیلہ نہیں رہا - کیا قیامت آنیوالی نہیں اور کیا
میری وہ شفاعت و دستگیری نہ کرے گا - فلا تیأسوا من روح اللہ -

(۳) نجدی - ہماری اس نیازمندی کو اس سرکار سے چھوڑانا چاہتے ہیں اور
جب ہم توسل واستغاثہ واستمداد کرتے ہیں تو ہمکو بدعتی کافر و مشرک مہدور الدم
بتاتے ہیں جیسا کہ کتاب التوحید توضیح ہدیۃ السنیہ سے واضح ہے - توضیح صـ ۱۴۳

اسی جرم میں ہمارے برادران اسلام کا طائف میں قتل عام کیا گیا -
اور ہمارے بزرگوں کی یادگار مساجد اور قبے اور مزارات متبرکہ ڈھا دئے گئے
اور انکو لات وعزی ومناۃ کہا گیا - دیکھو کتاب التوحید و توضیح صـ ۱۴۴

اب ایسے واہبیہ حاطمہ مین ہم اُسے اپنے آقائے مہربان رسولؐ ذی شان کو یاد کرتے ہین جسکے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ نے پہلے فتنہ نجد مین ہماری فریادرسی کی اور ان ظالمون سے نجات دی۔

یا اکرم الخلق مالی من الوذبہ
سِوَاکَ عِنْدَ حُلُولِ الحَادِثِ العمم

(۴) ہندوستان کے وہابیہ والمحدیث اب بالااعلان عقاید نجدیہ کی تصیح اور اونکے مظالم کی توجیہ کرتے ہین۔ اسلئے مین چاہتا ہون کہ ہر ایک مسئلہ متنازع فیہا مین۔ مین اپنے عقائد حقہ کی دلائل وبراہین پیش کرون اور برادران اہلحدیث کو اگلے محدثین کی روشس وتحقیق بتاؤن۔ لعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا۔

(۵) نجدیون کو سب سے بڑا مغالطہ مسئلہ استمداد کی نافہمی سے ہوا ہے۔ اسلئے اسی مسئلہ پر سب سے پہلے روشنی ڈالی جاتی ہے۔ اور ہندوستان کے اہلحدیث چونکہ سماع موتیٰ کے بھی منکر ہین اسلئے مختصر بحث اس سے بھی کیگئی ہے۔

واللہ نعم المولیٰ ونعم النصیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللھم صل علی سیدنا محمد و علی آل سیدنا محمد و بارک وسلم

واضح ہو کہ جس طرح روح کی حیات اور بقاء کا مسئلہ فلسفہ اسلام مین ثابت اور متحقق ہے اسی طرح یہ بھی ثابت اور مسلم ہو کہ روح کا ادراک و شعور قید جسم سے آزاد ہو جانے کے بعد بہت زیادہ ہو جاتا ہی۔

سعید روحین نشاۂ اخری مین بھی بہت کچھ ترقیات کرتی رہتی ہین اور نفوس قدسیہ جس طرح اس عالم مین مصدر فیوض و برکات ہوتے ہین۔ اسیطرح اوس عالم مین بھی اونکے روحانی فیضان و برکات و تصرفات کا سلسلہ بوجہ قوت و طاقت تصرف اور زیادہ ہو جانے کے بدرجہ اتم جاری رہتا ہی۔ یہ وہ مسئلہ ہے جسکو حکمائے اسلام اور محققین متکلمین و محدثین و اکابر دین بالاتفاق تسلیم کرتے ہین۔

حجۃ الاسلام امام غزالی۔ امام رازی۔ علامہ سعد الدین تفتازانی۔ علامہ سید شریف جرجانی۔ امام ہمام قاضی بیضاوی۔ علامہ عبد العلی بحر العلوم و حجۃ الہند شاہ ولی اللہ محدث و قاضی ثناء اللہ فقیہ و محدث وغیرہم نے اپنی تحریرون مین اس مسئلہ کو دلائل و براہین نقلیہ و عقلیہ سے ثابت کیا ہی اور روح کے عجائبات و تصرفات کا جو عالم برزخ مین اوسے حاصل ہوتے ہین

صاف صاف اقرار کیا ہے۔

تفسیر بیضاوی جلد اول (مطبوعہ ہند ص ۸۵) کی عبارت مندرجہ ذیل قابل غور

"وفیہا دلالۃ علی ان الارواح جواہر قائمۃ بانفسہا مغائرۃ لما یحس من البدن۔ یبقی بعد الموت دراکۃ وعلیہ جمہور الصحابۃ والتابعین وبہ نطقت الآیات والسنن"

(حیات شہداء والی آیت کی تفسیر مین لکھتے ہین کہ روح ایک جوہر قایم بنفسہ ہی جو حس بدنی (اور اسکے حالات) کے مغائر ہی۔ وہ موت کے بعد بھی باقی رہتی بلکہ دراکہ ہو جاتی ہی اور اسی مسلک پر جمہور صحابہؓ و تابعینؒ ہین اور آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ اسی پر ناطق ہین۔

اس زمانہ کے مولوی قاصر النظر، کتب درسیہ کے بہتیرے حواشی سے بھی بے خبر ہوتے ہین پھر اونسے کیا امید کیجائے کہ یہ روحی مسئلہ اونکی سمجھ مین آجائے مولانا عبد العلی بحر العلوم نے میر زاہد رسالہ کے حاشیہ مین بسط تمام اس مسئلہ کو لکھا ہی۔ کاش یہ لوگ اوسی کو غور و فکر سے دیکھتے۔

اور امام بیضاوی کا یہ فرمانا کہ یہ مسئلہ قرآن و حدیث سے مبرہن و مدلل ہی اور صحابہ و تابعین کا یہی مسلک تھا انکے لئے تو نہایت تعجب خیز امر معلوم ہوتا ہوگا۔ اور متحیر ہونگے کہ آیات و سنن مین کہان اس کا ذکر ہی اگر مین انکو یاد دلاتا ہون کہ عذاب قبر جو اہل سنت کے متفقہ اعتقادیات

۔اور سوال نکیرین و تنعیم و تعذیب اہل قبور جس کی حدیثین صحاح و سنن
مین شایع و ذایع ۔ اور قریب قریب متواترات سے ہین ان مسائل کا
دار و مدار ارواح کے علم و ادراک و شعور ہی کے ثبوت پر ہے ۔ ذرا عقل و شعور
سے کام لیکر اس پر غور کرنا چاہیئے ۔

اور سنئیے ہمین تعلیم دی گئی ہے کہ مقبرے مین جائین اور اہل قبور سے
تخاطب کے ساتھ یون سلام و کلام کرین " السّلام علیکم یا اھل القبور
السلام علیکم دار قوم مومنین ۔ وانا ان شاء اللہ بکم
لاحقون ۔ انتم لنا فرط ونحن لکم تبع ۔ اسئل اللہ لنا
ولکم العافیۃ "

رواہ الامام مسلم فی صحیحہ والترمذی ۔ والنسائی وابن ماجۃ وابو داود وغیرہم
بالفاظ متقاربۃ ۔ حصن حصین صفحہ ۱۵۴

کیا اگر اہل قبور کو علم و ادراک و شعور نہین ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ واصحابہ وسلم نے ہمین در و دیوار سے تخاطب کرنے اور مٹی کے
ڈھیر سے سلام و کلام کرنے اور فضول و لغو بکواس کرنے کی تعلیم فرمائی
ہے ؟ حاشا وکلا ۔

علامہ ابن قیم کتاب الروح مطبوعہ دائرۃ المعارف صفحہ ۵ مین فرماتے
ہین " آثار متواترہ سے ثابت ہے اور سلف کا اسپر اجماع ہے ۔ کہ مردے

زائرین کو پہچانتے اور اونکے آنے سے خوش ہوتے ہین۔

اور امام سیوطی رح لکھتے ہین "الاحادیث والاثار تدل علی ان الزائر متی جاء علم به المزور وسمع کلامه وانس به ورد سلامه علیه" (شرح الصدور ص ۱۵۱)

چنانچہ حضرت عایشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا و حضرت ابوہریرہ و حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما وغیرہم سے متعدد روایات ابن ابی الدنیا کی کتاب القبور۔ اور امام بیہقی کی کتاب شعب الایمان وغیرہ مین مروی ہین کہ جب کوئی شخص اپنے کسی مردے بھائی کی قبر پر جاتا ہی تو وہ اوسکو پہچانتا ہی۔ اوسکے آنے سے خوش ہوتا ہی۔ اور اسکے سلام کا جواب دیتا ہی۔

عن عایشة رضی الله تعالیٰ عنها قالت قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ما من رجل یزور قبر اخیه ویجلس عنده الا استانس به ورد علیه حتی یقوم" (حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہین کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی شخص اپنے کسی بھائی کی قبر کی زیارت کو جاتا ہی اور اوسکی قبر کے پاس بیٹھتا ہے تو جبتک وہ وہان بیٹھا رہتا ہی مردے کو اوس سے انس و انبساط ہوتا رہتا ہے) دیکھو کتاب الروح ص ۵ و شرح الصدور للسیوطی ص ۳۶

یہی وجہ تھی کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اپنے موت کے وقت

یہ وصیت کی کہ جب مجھے دفن کر چکو تو میری قبر کے ارد گرد تھوڑی دیر تک
سب کے سب کھڑے رہنا تاکہ مین تم سے استیناس حاصل کرون۔ اُون کے
الفاظ صحیح مسلم کی روایت مین یہ ہین کہ " ثم اقیموا حول قبری
قدر ما تنحر جزور ویقسم لحمہا حتی استانس بکم۔ ابن قیم اس
حدیث کو صحیح مسلم سے نقل کر کے لکھتے ہین کہ اس سے ثابت ہوا کہ میت کو
اُسکی قبر پر لوگون کے حاضر ہونے سے انس و انبساط ہوتا ہی کتاب الروح ص۱۳
پس اموات کے روحانی قوت ادراک و شعور کو دیکھو کہ زندگی مین اگر
کسی کو ایک ایسی کوٹھری مین بند کر دیا جائے جس کے تمام منافذ ہوا بند
و مسدود ہون تو غیر ممکن ہی کہ باہر کی آواز کا اس کو درک یا باہر کسی کے
آنے جانے کی خبر ہو سکے۔ مگر روح جب جسم سے نکل جاتی اور قبر کی کوٹھری
مین جا پڑتی ہی تو سلام کی آواز کا۔ زائرین کی آمد و رفت کا حتی کہ جوتیون
کی چاپ اور چلنے کی آواز تک کا اوسکو بخوبی درک ہوتا ہی جیسا کہ صحیح مسلم
کی روایت ہی کہ " ان المیت یسمع خفق نعالہم "۔

علیٰ ہذا القیاس کوئی شخص تہ خانے کے اندر ہو تو اوپر سے نہ اوسے
کوئی چھو سکتا ہی نہ ایذا پہونچا سکتا ہی۔ مگر یہی روح جب قبر کی منزل مین
ہوتی ہی تو قبر کے اوپر کسی کے ٹیک لگانے۔ تکیہ کرنے۔ اور بیٹھنے سے اُسے
ایذا ہوتی ہے۔ اسی لئے صادق مصدوق صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے

ایسا کرنے سے ان لفظون مین منع فرمایا کہ لا تؤذِ صاحب ھذا القبر

(رواہ الامام احمد فی مسندہ)۔

حتی کہ مقبرہ مین جوتیون سمیت چلنے پھرنے سے بھی منع فرمایا۔

(سنن ابی داؤد جلد ۲ باب المشی بین القبور فی النعل صفحہ ۱۰۴ مطبوعہ ہند)

شراح حدیث فرماتے ہین کہ ان حدیثون سے معلوم ہوا کہ قبرون کے ساتھ کوئی فعل ایسا جس سے استخفاف و اہانت کا پہلو نکلے نہ کرنا چاہیئے کیونکہ مُردونکو اس سے الم ہوتا ہی۔ بلکہ قبور کا بلحاظ مراتب اہل قبور۔ ادب و احترام لازم ہے۔

مسند امام احمد کی روایت ہی کہ حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہین کہ مین اپنے حجرہ مین حضور پرنور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مدفون ہونے کے بعد تک اپنی بے تکلفانہ حالت مین چلی جاتی تھی اور سمجھتی تھی کہ یہ تو ہمارے حضور ہی ہین اور یہ پدر بزرگوار ہین (جو محرم ہی ہین) مگر جب حضرت امیر المومنین عمرؓ اُس حجرہ مین دفن ہوئے تو اوس دن سے مین احتیاط کرنے لگی اور ہمیشہ چادر اوڑھ کر پردہ وار حجرہ مین داخل ہونے لگی حَیَاءً مِنْ عُمَرؓ یعنی میرا یہ حجاب بمقتضاء اس حیا کے ہی جو مجھے عمر سے بلحاظ اونکے غیر محرم ہونے کے ہونا چاہیے (دیکھو مسند احمد مطبوعہ مصر جلد ۶ صفحہ ۲۰۲) حاکم نے مستدرک مین اس حدیث کی تصحیح کی ہی۔ اور مشکوۃ مین بھی

یہ حدیث نقل کی گئی ہی اور اسکے حاشیہ پر لمعات کی عبارت درج ہی جس کا مطلب یہ ہی کہ اس حدیث مین واضح دلیل ہی اس امر کی کہ زائر کو صاحب قبر کا وہ احترام کہ جس مرتبہ کا وہ ہو واجب ہی۔ خصوصًا صالحین کے قبور کا ادب و احترام جس قدر ہو سکے۔ لازم ہے (مشکوٰۃ مطبوعہ مطبع نظامی ص۱۴۶)

اس روایت سے یہ بھی خوب واضح ہو گیا کہ حضرت ام المومنین کیطرف جو عدم سماع موتی کے قول کی نسبت کی جاتی ہے وہ کہان تک۔ اور کن معنون مین صحیح ہی۔ چنانچہ اس مقام پر ایک اور روایت بھی پیش کرتا ہون جس سے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مسلک پر اور بھی روشنی پڑتی ہی۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما برادر حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضؓ نے مکہ معظمہ کے قریب ایک گانون مین انتقال کیا اور مکہ مین مدفون ہوئے جب حضرت صدیقہ رضؓ مکہ معظمہ آئین۔ تو بھائی کی قبر پر تشریف لائین اور (سلام ماثور کے بعد) اُنکو مخاطب کر کے دو شعر پڑھے۔ پھر فرمایا۔ بھائی! اگر مین تمھارے پاس۔ علالت کے وقت موجود ہوتی تو تم وہین مدفون ہوتے جہان تمنے انتقال کیا تھا۔ اور اگر مین اوسوقت تمھارے پاس حاضر ہوتی۔ تو اس وقت خاص کر تمھاری زیارت کو آنے کی ہمین ضرورت نہ تھی۔" (دیکھو جامع ترمذی کتاب الجنایز جلد اول ص۱۳۱)۔

غور کرو۔ اگر صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سماع اموات کی بر اسہ منکر ہوتین

اور معاذ اللہ علم وادراک وشعور موتیٰ کی قائل نہوتین تو حضرت عبدالرحمٰن کی قبر پر جاکر اس طرح تخاطب اور مثل زندون سے کلام کرنے کے اس قدر کلام ۔ کیونکر فرماتین ۔

بہر حال ۔ پھر اصل مطلب پہ آتا ہون کہ ارواح کو بعد موت اعلیٰ درجہ کا ادراک وشعور حاصل ہوتا ہی اور طرح طرح کے تصرفات بھی اُن سے سرزد ہوتے ہین ۔ حضرت ابن عباس رض سے روایت ہی کہ ایک شخص (صحابی) نے نادانستگی سے ایک قبر پر اپنا خیمہ نصب کیا ۔ وہ کہتے ہین کہ مین نے قبر کے اندر سے کسی کے سورہ ملک تلاوت کرنے کی آواز سنی ۔ پھر حضور انور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس واقعہ کی جاکر خبر دی ۔ حضور نے سورہ ملک کی تعریف مین فرمایا کہ وہ عذاب قبر سے بچاتی ہے (رواہ الترمذی وحسنہ والحاکم والبیہقی وغیرہم ۔ کتاب الروح لابن قیم صفحہ ۱۲۹ وشرح الصدور للسیوطی صفحہ ۱۲۷)

الغرض روح کا معاملہ کچھ عجیب حیرت انگیز ہے اور اسکی طاقت و قوت کچھ عجیب طاقت وقوت ہے ۔ خصوصاً ارواح مقدسہ ملاء اعلیٰ مین جاکر ملکوتی صفات سے متصف ہوجاتے ہین اور ملکوتی آثار ان مین پائے جانے لگتے ہین ۔ اون کے علم وادراک وشعور وبصر وتصرف کے لئے عالم مین کوئی حجاب وحاجز مانع باقی نہین رہتا فتریٰ وتسمع کالمشاھد (کما قالہ الملا القاری فی المرقاۃ)

وہ اعلیٰ علیتین مین رہتی ہین اور پھر قبر سے بھی اونکا ہر وقت پورا تعلق رہتا ہی اور پھر جہان چاہتے ہین سیر بھی کرتے ہین اور مختلف جگہ مختلف احوال مین پائے جاتے ہین رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے لیلۃ الاسرا مین حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر مین نماز مین مشغول پایا (رواہ مسلمؒ فی الصحیح) پھر مسجد اقصیٰ مین تمام انبیاء علیہم السّلام کی روحون کے ساتھ کلیم اللہ علیہ السلام کی روح پاک بھی ضرور موجود تھی۔

اور پھر آسمانِ ششم پر بھی اُن سے ملاقات ہوئی۔ (کمافی الصحاح) حالانکہ واقعۂ معراج نبویؐ گویا چشم زدن کا معاملہ تھا۔

حافظ ابن حجر اپنے فتاویٰ مین فرماتے ہین "ارواح المومنین فی علیین وارواح الکفّار فی السجّین ولکلّ روح بجسدھا اتصال معنویٌ (الی قولہ) ومع ذالک فھی ماذونٌ لھا فی التصرف" (شرح الصدور ص ۱۶۴)۔

علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے حافظ ابن حجر کی تائید کرتے ہوئے ابن عساکر وغیرہ کی متعدد روایتین پیش کی ہین کہ آن حضور علیہ الوف الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ "مین نے جعفرؓ کو دیکھا کہ جماعت ملائکہ کے ساتھ سیر کنان میرے پاس سے گذرے اور مجھے

سلام کیا۔"

حافظ ابن حجر نے بھی اصابہ (مطبوعہ مصر جلد اول ص۲۴۹) مین حضرت جعفر طیار ذوالجناحین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذکر مین یہ روایتین نقل کی ہین۔

اسی لیئے حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے جو یہ ارشاد فرمایا کہ جب تمکو کسی صحرا و ویرانہ مین کوئی مشکل آپڑے اور کوئی یار و مددگار نظر نہ آتا ہو تو اس وقت تین مرتبہ کہو" یَا عِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ" (اے خدا کے بندو۔ میری مدد کرو) (رواہ الطبرانی) علمائے ثقات محدثین نے اس کو حدیث حسن کہا ہی۔ اور اس کا بارہا تجربہ کیا گیا ہے (حصن حصین ص۱۰۲)۔

اس مین عباد اللہ کا لفظ عام ہے رجال الغیب وملائکہ کی طرح ارواح طیبہ اولیاء اللہ بھی مراد ہو سکتی ہین۔

کیونکہ جب ارواح سیارہ و درّاکہ و متصرفہ ہین تو بخوبی ممکن ہی کہ حسب منشاء الٰہی کسی روح مقدس کی اُدھر توجہ ہو اور مستغیث کا کام نکل جائے۔

اصحاب مشاہدہ۔ نفوس قدسیہ اولیاءؒ و انبیاءؑ سے ایسے تصرفات و برکات کا برابر تجربہ و مشاہدہ کرتے آئے ہین۔ علامہ شاہ ولی اللہ

محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین کہ روح علاقات جسمانیہ سے مجرد ہونے پر اپنے مزاج اصلی کی طرف راجع ہوکر ملائکہ سے ملحق ہوتی اور صفات ملکوتیہ سے متصف ہوجاتی ہے۔ اور اون کے کامون مین شریک ہوتی ہے۔ اور اکثر ایسی روحین اعلاء کلمۃ اللہ و نصر حزب اللہ مین مصروف پائی جاتی ہین (حجۃ اللہ البالغہ مطبوعہ ص۳۴)۔ (تفسیر مظہری جلد اوّل ص)۔

اور کچھ ایسا ہی علامہ ابن قیم کتاب الروح (ص۱۶۶) مین فرماتے ہین کہ "وقد تواتر مع الرؤیا من اصناف بنی آدم علی فعل الارواح بعد موتھا ما لا تقدر علی مثلہ حال اتصالھا بالبدن الخ"۔

جب روح کے ادراک و شعور و علم و سیر و تصرف کا مسئلہ ثابت ہو چکا تو اب اسی سے استمداد کے مسئلہ کو بھی سمجھ لینا چاہیئے۔

انبیاءؑ و اولیاءؒ جس طرح اس دنیاوی زندگی مین واسطہ و وسیلہ بین الخالق و المخلوق اور مظہر عون الٰہی ہوتے ہین کہ اُن کے فیض صحبت و برکاتِ وجود و ہمت و تصرف سے۔ اور ان کے توسل و تشفع سے مخلوق اپنی دینی و دنیوی مقاصد مین کامیاب ہوتی ہے۔ اسی طرح اس ظاہری زندگی کے بعد بھی عالم برزخ در روحانیات مین وہ مظاہر عون الٰہی ہوتے ہین کہ اُن کے روحانی فیوض و برکات اور اُن کے توسل و تشفع سے

حل مشکلات وقضاے حاجات ہوتی رہتی ہے قاضی الحاجات وحلاّل مشکلات ہر حال مین صرف وہی خداے واحد ہے جس کی ہستی وطاقت و قدرت کے سوا کسی کی کوئی ہستی اور قدرت وطاقت نہین ہے
لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

پس یہ اولیاء اللہ وسیلہ محض وواسطہ صرف ہوتے ہین جسمین انکی حالت حیات وحالتِ موت دونون برابر ہین۔ اسی لئے حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین کہ جس سے استمداد اسکی زندگی مین ہو سکتا ہے اس سے اس کے مرنے کے بعد بھی استمداد درست ہوگا"

طالبان حق اور سالکان طریقت کا تو اصل مشرب ومسلک استمداد مین یہ ہے کہ وہ اپنے پیرون اور بزرگون کے آگے نہ تو اس دنیاوی زندگی مین اپنی دنیادی ضروریات وحاجات لے جاتے ہین۔ اور نہ انکے مرنے کے بعد انسے دنیوی مرادین مانگتے ہین۔ بلکہ جس طرح وہ انکی حیات ظاہری مین اپنے سیر سلوک مین انکو ممدکار سمجھتے ہین اور ان سے روحانی استفاضہ کرتے ہین۔ اسی طرح اُن کے انتقال مکانی کے بعد بھی ان سے روحانی استفاضہ واستعانت کرتے اور کشود کار وفتح باب ووصول الی اللہ کے لیے اپنی روح کو انکی روح کی طرف متوجہ کر کے فیض ومدد لیتے۔ اور ان کے وسیلے سے منزل مقصود تک

پہونچتے ہین۔

باقی رہے عوام مسلمانان۔ ان کا طرز استغاثہ د استمداد اہل قبور سے بے شک حد افراط تک پہونچ جاتا ہے اور بہ طریق احسن نہین ہوتا۔ اور وہ ضرور قابل اصلاح ہے۔ مگر اسکی وجہ سے نفس مسألہ پر کوئی برا اثر نہین پڑ سکتا۔ اور جہانتک دریافت حال سے پتہ لگتا ہے کوئی عامی مسلمان بھی بزرگون اور پیرون کو مستقل حاجت روا یا مشکلکشا اور مستعان حقیقی نہین سمجھتا۔ (معاذ اللہ من ذلک)۔ بلکہ انکو واسطہ و وسیلہ وسبب و ذریعہ ہی سمجھتا ہی اور نعوذ باللہ جو انکو مستقل سمجھے۔ یا وسیلہ مان کر وسیلہ ہونے کی حیثیت سے بڑھا کر انکی پرستش و عبادت کرنے لگے (جیسا کہ مشرکین اور کفار کا حال ہے)۔ تو وہ بیشک۔ بالقطع کافر و مشرک ہی۔

مسلمانون کا تو اصلی اور سچا عقیدہ یہ ہی کہ وہ نہ زندونکو کسی امر مین مستقل سمجھتے ہین اور نہ مردون کو یہ خوب یاد رکھو کہ اگر کوئی شخص دنیا مین کسی دوا کو نافع یا ضار حقیقی یا کسی طبیب و ڈاکٹر کو شافی اصلی کسی بادشاہ یا امیر یا اپنے آقا کو رازق مستقل یا کسی زندہ ولی بزرگ کو قاضی الحاجات بالذات، یا اپنے کسی معاون و مددگار کو حقیقی معاون و مددگار، سمجھے تو ایسے اعتقاد والا انسان بھی ویسا ہی قطعی ملحد و مشرک ہی جس طرح کسی مردہ کے ساتھ مستقل حاجت روا ہونے کا اعتقاد رکھنے والا مشرک ہی۔

اور جو استقلال کا اعتقاد کسی کے متعلق نہین رکھتا - بلکہ ہر ایک فعل اور
ہر ایک طاقت و قدرت کی نسبت جو غیر خدا کی طرف ہو - اسکو نسبت مجازی
سمجھتا ہے - اور فاعل حقیقی کسی فعل کا خدا کے سوا کسی ذات یا کسی شے کو
نہین سمجھتا - اطباء کو ذریعہ صحت و شفاء - ادویہ کو اسباب نفع و ضرر - امراء و
سلاطین کو ذریعۂ رزق - نوکری و پیشہ وغیرہ کو واسطہ روزی - اور انبیاءؑ
و اولیاءؒ کو اس زندگی مین - یا اوس عالم مین حیًا و میتًا محض وسیلہ و واسطہ
حل مشکلات و قضائے حاجات سمجھتا ہی تو ایسے اعتقاد والا آدمی سچًا اور
پکًا مسلمان ہی اور وہ حکم خداوندی "وَابْتَغُوا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ" پر عمل کرتا
ہے - کیونکہ یہ توسُّل مستحبات و مندوبات شرعیہ سے ہی - چنانچہ علامۂ امام
حافظ شمس الدین جزری محدث اپنی مشہور و مقدس کتاب "حصن حصین"
مین آداب الدعاء کے تحت مین لکھتے ہین وان یتوسَّل الی اللہ تعالیٰ
بانبیائهٖ (خ - ر - مس) - والصّالحین من عبادہٖ (خ) -
پھر علامۂ مؤلف اپنی شرح مفتاح حصن حصین مین اس مقام پر لکھتے ہین
"ھو من المندوبات" اور دلائل جواز و ندب کی حدیثون کو ذکر
کرتے ہوئے ضریر البصر والی حدیث ان الفاظ مین ذکر فرمایا ہے
"ولحدیث عثمان بن حنیف فی شان الاعمیٰ رواہ الحاکمُ فی
مستدرکہ للصحیح وقال صحیح علیٰ شرط الشیخین والترمذیؒ

وقال حدیث حسن صحیح غریب رویناہ فی الحصین (حرز
الثمین للملا علی القاری - برحاشیہ حصن حصین ص۱۸) -
امام جزری نے جس حدیث سے استدلال کیا ہی اور جس کی
نسبت فرماتے ہین کہ مین نے حصن حصین مین بھی اسکی روایت کی ہے ؛
وہی مشہور و معروف حدیث ہی جس سے وہابیت و نجدیت کے گلے پر
چھری پھر جاتی ہے - اور توسل واستغاثہ وتشفع واستمداد کا جواز و ثبوت
خاص تعلیم نبوی سے نکل آتا ہے - وہ حدیث یون ہی کہ ایک اعمی آن
حضور پرنور صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی خدمت بابرکت مین حاضر ہوا
اور عرض کی کہ میری آنکھون کی روشنی کیلئے دعا فرمائی جائے - حضور نے
اوسے یہ دعا پڑہنے کی تعلیم فرمائی کہ اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُکَ وَاَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ
بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّی اَتَوَجَّہُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ
فِیْ حَاجَتِیْ ھٰذِہٖ لِتُقْضٰی لِیْ اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْہُ فِیَّ (حصن حصین ص۱۲۵
رواہ الترمذی وصححہ - والنسائی وابن ماجۃ والحاکم فی
المستدرک وصححہ علی شرط الشیخین - ورواہ البیہقی فی الدلائل
وفی کتاب الدعوات باسناد صحیح - شفاء الاسقام للامام السبکی ص۱۲۳) -
چنانچہ اوس شخص نے حسب تعلیم نبوی انھین الفاظ سے دعا کی
اور آنکھین اوسکی روشن ہوگئین - صحابہ اس دعا کی تعلیم بعد وفات

حضرت رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے بھی حاجتمندوں کو
کرتے تھے اور لوگوں کا حل مشکل اس کے ذریعہ سے ہوا کیا۔

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے زمانۂ خلافت حضرت
عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ میں ایک شخص کو حضرت خلیفہ سوم سے
ایک حاجت تھی اور وہ متوجہ نہ ہوتے تھے۔ یہی دعا ر تبلائی۔ اور اس کے
پڑھنے سے وہ کامیاب ہوا۔ اس واقعہ کو طبرانی نے بسند معتبر کئی طریق
سے روایت کیا ہے (رواہ الطبرانی فی المعجم الکبیر فی ترجمۃ عثمان بن
حنیف وذالک فی الجزء الخمسین۔ ورواہ البیہقی باسنادہٖ
من طریقتین" شفاء السقام للسبکی مطبوعہ حیدرآباد ص۱۲۵)۔

اور معجم صغیر میں بھی روایت کرکے خود امام طبرانی نے اس کو حدیث
صحیحؐ فرمایا ہے (دیکھو معجم صغیر مطبوعہ مصر ص۱۰۳)۔

اسی لئے محدثین اس حدیث کو روایت کرتے ہوئے باب
یوں قائم کرتے ہیں" باب من کان لہ حاجۃ الی اللہ تعالیٰ
او الی احدٍ من خلقہٖ"۔

صاحب حصن حصین نے بھی یوں ارقام فرمایا ہے" ومن
کان لہٗ ضرورۃ فلیتوضاء فیحسن وضوءہ ثم یصلی رکعتین
ثم یدعو اللّٰھم انی اسئلک الخ"

ملا علی قاری شرح فرماتے ہین قولہ ضرورۃ ای حاجۃ ملجئۃ الی اللہ اوالی احدٍ من خلقہ"

انصاف شرط ہے پھر اس حدیث کے بعد اب جواز توسّل واستمداد مین کون سا شبہہ باقی رہجاتا ہی۔ نہین معلوم اس زمانہ کے مدعیان علم حدیث کس عمائے بصر وبصیرت کے ساتھ کتب حدیث پڑہتے ہین کہ امر حق اونکو نظر نہین آتا۔ ورنہ اگلے محدثین تمامتر توسّل واستمداد کے قائل وفاعل تھے اور مزارات شریفہ انبیاؑ واولیاؒ کو محل اجابت دعاء بتلاتے اور زیارت قبور صالحین کو باعث حصول فیوض وبرکات وموجب قضائے حاجات سمجھتے تھے

امام شمس الدین جزری مقامات اجابت دعاء کو ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہین "قلت وان لم یجب الدعاء عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم ففی ای موضع یستجاب" (حصن حصین صہ ۲۴)۔

(عدہ حصن حصین مطبوعہ مصر صہ ۸۵) فضل اماکن اجابت مین اوز ...احت سے لکھتے ہین وعند قبور الانبیاء علیہم السلام و ...ربت استجابۃ الدعاء عند قبور الصالحین بشروطٍ ...عروفۃٍ" یعنی انبیاء علیہم السلام کے قبرون پر دعاء قبول ہوتی ہے ...صالحین کی قبرون کے نزدیک دعاء کا جو بشرائط معروفہ ہو مقبول ہونا

(اور حاجت براری و کامیابی) مجربات سے ہی یعنی تجربہ سے ثابت ہی۔

امام جزری کے اس قول کی تائید احادیث و آثار صحیحہ سے ملتی ہے۔ چنانچہ سنن دارمی کی حدیث ہے کہ اہل مدینہ قحط مین مبتلا ہوئے لوگون نے ام المومنین عایشہ رضؓ سے آکر عرض کی۔ حضرت ام المومنین رضؓ نے فرمایا "تم لوگ قبر مطہر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہو۔ اور روضۂ انور سے ایک ایسا سوراخ کردو کہ اسکے اور آسمان کے مابین کوئی حجاب حائل نہ ہو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور اسی وقت بارش ہونے لگی۔ (دارمی باب ما اکرم اللہ نبیّہٗ بعد موتہ صـ ۲۵)۔

اور استیعاب مین حافظ علّامہ ابن عبد البر روایت کرتے ہین کہ عہد برکت عہد فاروقی مین ایک دفعہ قحط پڑا تو ایک شخص نے قبر مبارک پر حاضر ہو کر استغاثہ کیا کہ یارسول اللہ امت کی خبر لیجیے۔ پھر خواب مین حضور پر نورؐ نے انھین صاحب کو دفع قحط کی بشارت دی۔ والقصّۃ طویلۃ (استیعاب جلد ۲ صـ ۴۲۸)۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی اصابہ (جلد ۶ صـ ۱۴۳ مطبوعہ مصر) مین اس روایت کو لکھا ہے اور ابن ابی خیثمہ کی تخریج کا حوالہ دیا ہے اور شیخ نبہانی دعوۃ الحق (مطبوعہ مصر صـ ۲) مین فرماتے ہین "رواہ البیہقی وابن ابی شیبۃ باسنادٍ صحیحٍ"۔

المختصر قرون ثلثہ مشہود لھا بالخیر مین توسّل و استمداد کا بکثرت ثبوت
ملتاہی اور نہ صرف یہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی
ذات پاک تک مخصوص تھا بلکہ صحابہؓ و اہل بیتؑ و صالحین کے قبور سے
بھی قرون سابقہ مین توسّل و استفاضہ و استغاثہ معمول بہ تھا۔

حافظ علّامہ امام ابن عبدالبرؒ جو چوتھی صدی ہجری کے مقدام
الحفاظ و امام المحدثین ہین حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے
ذکر مین تحریر فرماتے ہین "و قبر ابی ایوب قرب سورھا معلومؓ الی
الیوم معظمٌ یستسقون بہ فیُسقون" (استیعاب جلد اول ص۱۵۶)
اور ایسا ہی علامہ ابن الاثیر۔ اسد الغابہ مین لکھتے ہین" وقبرہ بھا
یستسقون بہ۔ (جلد ۲ ص۹۰ مطبوعہ مصر)۔

اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ وہ جناب
فرماتے ہین" قبر موسیٰ الکاظمؑ تریاقٌ مجرّبٌ لاجابۃ الدعاء"
(اشعۃ اللمعات وغیرہ) یعنی حضرت سیدنا امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی
قبر شریف اجابت دعا کے لیے تریاق مجرّب ہی۔

بعض ملاؤن کو اس پر بہت ہی تعجب ہوتا ہے کہ امام شافعی جیسے
جلیل القدر امام کی زبان سے ایسا جملہ کیون کر نکل سکتا ہی۔ مگر اون کو معلوم
ہونا چاہیے کہ امام ممدوحؓ توسّل و تشفّع عن اہل قبور کے ضرور قائل تھے۔

اور بزرگان وصالحین کے مزارات سے وہ خود استفاضہ فرمایا کرتے تھے
چنانچہ حضرت قدوۃ المجتہدین مقدام الفقہا ، والمحدثین امام الائمہ
فقیہ الامۃ امام ابو حنیفۃ النعمان الکوفی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر انوار
سے حضرت امام شافعی کا تبرک و توسل کرنا بہ سند مستند و معتبر مروی ہے،
جیسا کہ صدر الائمۃ امام موفق بن احمد مکی المتوفی ۵۶۸ھ کتاب مناقب
الامام الاعظم (مطبوعہ حیدر آباد دائرۃ المعارف جلد ۲ صفحہ ۱۹۹) میں مختلف
اسناد سے بطریق امام ابو بکر خطیب بغدادی . وبطریق تاج الاسلام
امام سمعانی وغیرہم روایت کرتے ہیں کہ علی بن میمون کہتے ہیں کہ میں
نے امام شافعی کی زبان مبارک سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ میں
ابو حنیفہ کی قبر سے برکت حاصل کرتا ہوں اور برابر ان کی زیارت کو
جاتا ہوں اور جب مجھے کوئی حاجت پیش آتی ہے تو دو رکعت نماز ادا
کرتا ہوں ۔ پھر انکی قبر پر اور وہاں خدا سے (بتوسل ابی حنیفہؒ) دعاء
کرتا ہوں ۔ فی الفور میری وہ حاجت پوری ہو جاتی ہے۔"
اس روایت کو او بعین کے الفاظ کے ساتھ علامہ عزالدین بن
جماعہ محدث نے بھی اپنی کتاب انس المحاضرۃ میں ذکر کیا ہے ۔ ذکرہ السفیری
شارح بعض مجالس من احادیث البخاری ۔ ونقل عزالدین
ابن جماعہ فی کتابہ انس المحاضرۃ عن علی بن میمون قال

سمعت الشافعیؒ یقول انی لاتبرک بابی حنیفة واجئ الی قبره یعنی زائراً فاذا عرضت لی حاجة صلیت رکعتین وجئت الی قبره وسالت الله تعالیٰ لحاجتی عنده فما تبعد عنی حتی تقضیٰ" (دیکھو کتاب صلح الاخوان للعلامة السید داؤد الخالدی مطبوعہ بمبئی صفحہ ۸۳) ۔

اور علامہ محدث ابن حجر مکی خیرات الحسان (مطبوعہ مصر ص ۶۹) میں فرماتے ہیں" اعلم انه لم یزل العلماء وذووا الحاجات یزورون قبره (ای قبر ابی حنیفةؒ) ویتوسلون عنه فی قضاء حوائجهم ویرون نجح ذالك ۔ منهم الامام الشافعیؒ لما کان ببغداد فانه جاء عنه انه قال انی لا تبرك بابی حنیفةؒ و اجیئ الی قبره الخ"

علامہ ابن حجر کی تحریر سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت امام شافعیؒ کی طرح دیگر علماء کا بھی قدیماً وحدیثاً امام ابو حنیفہؒ کی قبر شریف کی زیارت بہ نیت تبرک و توسل و انتفاع و استشفاع معمول رہا ہے ۔

اور سنئے! علامہ ابن الجوزی صفوة الصفوه میں نقل کرتے ہیں کہ امام ابراہیم حربی نے جو امام احمد کے ارشد تلامذہ سے اور فقہ و حدیث کے امام مطلق تھے فرمایا ہے قبر معروف الکرخی الترياق

المجرب" (وسیلہ جاہلیہ ص۱۳۹) اور نہ صرف ابن الحربی ہی کا یہ قول ہے
بلکہ تمام اکابر بغداد حضرت معروف کرخیؒ کے ساتھ توسل و استمداد
کو قضائے حوائج کیلئے تریاق مجرب سمجھتے اور کہتے تھے جیساکہ امام
ابوالقاسم قشیری جو تیسری چوتھی صدی کے اکابر فقہائے محدثین
و کبار صوفیہ و مشائخ دین سے گذرے ہیں وہ رسالہ قشیریہ (مطبوعہ مصر
ص۱۱) میں حضرت معروف کرخیؒ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں کان من المشائخ
الکبار مجاب الدعوات یستشفی بقبرہ یقول البغدادیون قبر
معروف تریاق مجرب۔ اور ایسا ہی علامہ ابن خلکان نے بھی لکھا
ہے (دیکھو وفیات الاعیان جلد ۲ ص۱۳۶)

امام ابوبکر بن خزیمہ جو وسط تیسری صدی کے امام الائمہ اور
شیخ شیوخ المحدثین تھے (جنکو امام سبکی امام الائمہ۔ المجتہد المطلق۔ البحر
العجاج۔ لکھتے ہیں طبقات کبریٰ للسبکی جلد ۲ ص۱۳۰)
اور ذہبی الحافظ الکبیر۔ امام الائمہ۔ شیخ الاسلام وغیرہ لکھتے
ہیں (تذکرۃ الحفاظ جلد ۲ ص۲۸۶)
اُن کا حال پڑھو اور دیکھو کہ وہ حضرت امام خراسان سیدنا امام
علی بن موسیٰ الرضا علی آبائہ و علیہ السلام کی زیارت کو مع اکابر محدثین
و اعیان علماے وقت کس ادب و احترام سے حاضر ہوتے اور مشہد مقدس

مین کس طرح اور کس درجہ خضوع و تواضع و تضرع برتتے تھے اور فیوض و برکات رضویہ سے مالا مال ہو کر واپس آتے تھے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی تہذیب التہذیب مین لکھتے ہین "قال (ای الحاکم) و سمعت ابا بکر محمد بن المؤمل بن الحسن بن عیسی یقول خرجنا مع امام اہل الحدیث ابی بکر بن خزیمۃ وعدیلہ ابی علی الثقفی مع جماعۃ من مشائخنا وہم اذذاک متوافرون الی زیارۃ قبر علی بن موسی الرضا بطوس قال فرأیت من تعظیمہ یعنی ابن خزیمۃ لتلک البقعۃ وتواضعہ لہا وتضرعہ عندہا ما تحیرنا" (تہذیب التہذیب مطبوعہ دائرۃ المعارف جلد ۷ ص ۳۸۸)۔

اور محدث مشہور ابو حاتم ابن حبان صاحب الصحیح فرماتے ہین کہ ہمیں جب کوئی مصیبت نازل ہوئی تو ہم حضرت سیدنا امام رضا سلام اللہ تعالی علیہ کے مشہد مقدس پر حاضر ہوئے اور امام کے روضہ مقدسہ پر بتوسل امام دعا کی۔ اور فیض و برکت رضویہ سے میری بلائین ٹل گئین اور میری دعا مقبول ہوئی۔ اور ایسا متعدد بار مین نے اسکا تجربہ کیا ہے (دیکھو کتاب الثقات ابن حبان ترجمہ امام رضا سلام اللہ علیہ کی یہ عبارت) "ما حلت بی شدۃ فی وقت مقامی بطوس وزرت

قبر علی بن موسی الرضا صلوٰۃ اللہ علی جدہٖ وعلیہ ودعوت اللہ تعالیٰ التمسھا عنی الا استجیب لی وزالت عنی تلک الشدۃ وھذا شیٔ جربتہ مرارا۔ منقول از نسخہ قدیمہ قلمیہ در کتبخانہ حیدرآباد مولوی حسن الزمان صاحب علیہ الرحمۃ۔

اور سنو۔ امام حافظ ابو القاسم ابن عساکر محدث شام فرماتے ہین کہ مجھ سے شیخ صالح علامہ ابی عبد اللہ محمد بن محمد بن عمر الصفار الاسفرائنی نے روایت کی ہے "کہ اسفرائین مین ابو عوانہ محدث کا مزار زیارت گاہ عالم ہے اور مخلوق انکی قبر سے تبرک وفیوض حاصل کرتی ہے۔

پھر وہ اپنے جد امجد امام عمر صفار کا حال بیان کرتے ہین (جو کہ بیک واسطہ استاذ ابو القاسم قشیری وغیرہ کے شاگرد اور شیخ العصر تھے جنکو تاج الاسلام عبد الکریم سمعانی نے "امام فاضل بارع" مبرز من بیت العلم والحدیث لکھتے ہین۔ دیکھو طبقات الشافعیہ للامام السبکی جلد ۴ صفحہ ۲۸۵) کہ جب وہ استاذ ابو اسحٰق کی قبر مبارک پر جاتے تھے تو کثرت ادب سے روضہ کے اندر داخل نہ ہوتے تھے بلکہ بعد تقبیل عتبہ کے بعد کمال ادب وتعظیم سے کھڑے رہتے تھے۔ اور جب مشہد ابو عوانہؒ مین حاضر ہوتے تھے تو اس سے بھی کہین زیادہ

تعظیم واجلال وتوقیر مدنظر رکھتے۔ اور بڑی دیر تک کھڑے رہ کر فیض و برکت حاصل کرتے رہتے تھے۔ (تاریخ ابن خلکان مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۴۰۸)

ذیل میں ایک اور قابل قدر اور عجیب روایت پیش کرتا ہوں جو ایک جماعت فقہاء و محدثین اہل سمرقند کا امام بخاری کی قبر سے توسل و تشفع کا واقعہ ہے اور جس کو اکابر محدثین نے اپنے اسناد عالیہ سے روایت کیا ہے۔

چنانچہ شیخ الاسلام حجۃ الحفاظ امام تاج الدین سبکی اپنی طبقات (جلد ۲ صفحہ ۱۵) میں فرماتے ہیں۔ وقال ابو علی الغسانی الحافظ اخبرنا ابو الفتح نصر بن الحسن السکتی السمرقندی قدم علینا بلنسیہ عام اربع وستین واربعمائۃ قال قحط المطر عندنا بسمرقند فی بعض الاعوام فاستسقی الناس مرارًا فلم یُسقوا فاتی رجل صالح معروف بالصلاح الی قاضی سمرقند فقال له انی قد رایت رایا اعرضه علیك قال ما هو قال اری ان تخرج ویخرج الناس معك الی قبر الامام محمد بن اسمٰعیل البخاری ونستسقی عندہ فعسی الله تعالیٰ ان یسقینا فقال القاضی نعم ما رأیت فخرج القاضی والناس معه واستسقی القاضی بالناس وبکی الناس عند القبر وتشفعوا بصاحبه

فارسل اللہ تعالیٰ السماء بماءٍ عظیم غزیر فقام الناس من اجله بخرتنگ سبعة ایام او نحوها۔ لا یستطیع احدٌ الوصول الی سمرقند من کثرة المطر و غزارته و بین سمرقند وخرتنگ نحو ثلثة امیالٍ"۔

(خلاصہ) استاد حافظ ابو علی غسانی محدث المتوفی ۴۹۸ھ کہتے ہین کہ مجھے شیخ ابو الفتح نصر سمرقندی مقام بلنسیہ مین ۴۶۴ھ مین بیان کیا کہ ایک سال سمرقند مین سخت قحط پڑا۔ بارہا نماز استسقاء پڑھی گئی مگر بارش نہوئی۔ آخر ایک صالح و معروف بزرگ سمرقندی نے قاضی سمرقند کو یہ مشورہ دیا کہ سب لوگ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر چلین اور وہان خدا سے دعائین مانگین امید ہو کہ اللہ پاک امام کی برکت سے دعاء قبول فرمائے گا۔ قاضی شہر صاحب نے اس رائے کی بہت تحسین فرمائی اور تمام لوگون کو لیکر سمرقند سے نکلے اور مزار امام بخاریؒ پر جاکر خدا سے بارش کی دعاء مانگی۔ لوگ امام کی قبر پر خوب روئے پیٹے۔ اور امام کا توسل و تشفع کرکے دعائین کی گئین اسیوقت پانی برسنا شروع ہوا اور اسقدر بارش ہوئی کہ خرتنگ (جہان امام کا مزار برکت آثار ہے) سے تین میل سمرقند جانا غیر ممکن تھا۔ قریباً سات دن تک کثرت بارش کے باعث تمام لوگ وہین رُکے رہے۔

اب غور کرو کہ اگلے علماء و فقہاء و محدثین کا مسلک، روش، طریقہ اور مشرب کیا تھا اور اب موجودہ فرقہ مدعی عمل بالحدیث کا مسلک و روش کیا ہے۔ ع۔

ببین تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا

اگلے محدثین اہل قبور سے توسّل و استمداد کے برابر قائل و فاعل تھے اور اسکو شرعًا جائز و مندوب سمجھتے اور کہتے تھے جیسا کہ واقعات و حوالجات مرقومۂ بالا سے روز روشن کی طرح ظاہر ہے حتی کہ متقدمین کی جماعت میں سے وہ محدثین بھی جن کا تشدد و تقشف اور صوفیہ کرام سے تعصب دنیا میں مشہور ہے! اس مسئلہ میں وہ بھی مشائخ دین کے ہم مسلک نظر آتے ہیں چنانچہ علامہ ابن جوزی محدث جیسا شخص بھی قبور اولیاء و صالحین سے توسّل و استفاضہ و تبرک و استمداد کا پوری طرح قائل و فاعل ہے۔ علامہ ممدوح اپنی کتاب صید الخاطر میں اپنی حالت بیان کرتے ہیں کہ بدایۃ الامر میں کثرت زہد نے میرے قلب میں ایک خاص لذت و حلاوت پیدا کر دی تھی۔ پھر وہ حالت بعض وجوہ سے متغیر ہو گئی۔ میں جب اسکی صلاح سے عاجز آ گیا۔ اور پریشانی بڑھنے لگی تو میں نے قبور صالحین کی طرف توجہ کی اور اُن سے توسّل کیا۔ اور بحمد اللہ پھر وہ پہلی بات جو گم ہو گئی تھی اہل قبور کی برکت سے مجھے حاصل ہو گئی۔ علامہ کے خاص

الفاظ اس موقع کے یہ ہین -

فلجأتُ الیٰ قبور الصالحین و توسّلتُ فی صلاحي فلجذبني لُطفُ مولای الی الخلوة الخ" (دیکھو کتاب صلح الاخوان للسید داؤد الخالدي رحمة اللہ علیہ مطبوعہ بمبئی ص ۵۹ -) -

اگران دلائل واضحہ اور روایات و واقعات واقوال مرقومہ کے بعد بھی منکرین برسر انکار رہی رہین - اور توسّل و استمداد کو شرک وکفر و بدعت کہنے سے اپنی زبان کو نہ روکین اور مجوزین پر حملہ وطعن وتشنیع کرنے سے باز نہ آئین تو اس کا جواب ترکی بہ ترکی سوائے اسکے اور کیا ہوسکتا ہے کہ یہ آیت قرآنیہ پڑھکر سکوت اختیار کیا جائے کہ صُمٌّ بُکمٌ عمیٌ فھُم لَا یَعقِلُون - یا یہ آیۂ کریمہ تلاوت کیجائے کہ یئسوا من الاخرة کما یئس الکفّارُ من اصحاب القبور (پ ۲۸ - رکوع ۸)

اب مین اس بحث کو ختم کرتا ہون مگر آخر مین اتنا کہنا ضروری ہی کہ خدارا ذرا حضرات مخالفین و منکرین دیانتہً غور و انصاف فرمائین کہ اہل حق کے پاس مسائل زیربحث مین کس قدر دلائل و بینات موجود ہین - اور اکابر سلف و خلف کی جماعت عظیمہ ان کے ہم مسلک ہین - مگر باوجود اسکے اگر ابتک امر حق ان پر واضح نہین ہوا - تو مین بہ عاجزی عرض کرون گا کہ وہ شوق سے اپنے خیالات و معتقدات پر قائم رہین - اور سماع موتیٰ

وتوسل واستمداد اگران کے نزدیک غیر ثابت وناجائز ہے تو وہ ناجائز سمجھا کرین ہمین اسکی ان سے کوئی شکایت اور کوئی تکلیف نہین۔ کیونکہ بیشک متقدمین مین بھی علماء وفقہاء متقشفین کی ایک جماعت اسکی منکر رہی ہے۔ اور بعضین کی اندھی تقلید نے ان حضرات کو بھی ایسے امور ثابتہ کے انکار پر مجبور کر دیا ہے۔ بہر حال ع۔

"وللناس فیما یعشقون مذاہب"

اور "کل حزب بما لدیہم فرحون"

مگر یہ خوب یاد رکھین کہ قائلین ومجوزین پر انکو نکیر کرنے کا ہرگز کوئی حق نہین حاصل ہی کیون کہ کم از کم یہ حضرات براہ دین ودیانت اس کا اقرار ضرور ہی کرینگے کہ یہ مسئلہ سلف صالحین ومجتہدین واکابر علمائے دین مین مختلف فیہ ہو چکا ہے اور مسائل خلافیہ بین العلماء مین کسی جانب نکیر کا حق نہین ہے۔ کما تقرر فی کتب الاصول۔ مسلم الثبوت اور اُسکی شرح مین بھی اسکو لکھدیا ہے۔ اور امام عبدالوہاب شعرانی وعلامہ ذہبی وغیرہما نے بھی تصریح کر دی ہی۔ اور شرح مقاصد مین بھی موجود ہے کہ مسائل مختلف فیہا مین انکار ونکیر۔ اور تشدد وتبدیع وتفسیق وتضلیل کسی جانب نہین کیجا سکتی۔ اور ایسا ہی امام المحدثین امام احمد بن حنبل سے بھی غنیۃ الطالبین ص ۱۴۳

مین مروی ہے کہ وہ فرماتے ہین۔

فالانکارُ انما یتعیّنُ فی خرقِ الاجماع دون المختلف فیہٖ۔

سماع موتیٰ

منکرین سماع موتیٰ کا طرز استدلال یون ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ "انّکَ لاتُسمِعُ الموتیٰ۔ اور وَمَا انتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِی الْقُبُورِ"

اس سے معلوم ہوا کہ مردے نہین سُن سکتے ہین۔ اور حضرت عایشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے تفقہ اور خداداد علمی قابلیت کی وجہ سے قلیب بدر کے قصے مین سماع موتیٰ سے انکار کرتے ہوئے اسی آیت کو استدلال مین پیش کرتی ہین اور پھر انھین نصوص قطعیہ کی وجہ سے فقہاے حنفیہ حلف کے مسئلہ مین "فَاِنّ المیّتَ لَایَسمَعُ" لکھدیا کرتے ہین جیساکہ اکثر شروح اور فتاویٰ کتب حنفیہ مین مصرّح موجود ہے۔

یہ فقیر عرض کرتا ہے کہ یہ سب باتین بہت ٹھیک ہین نہ قرآن کی آیت غلط۔ نہ حضرت عایشہ کا استدلال غلط۔ نہ فقہاے کرام کے مسائل مصرحہ غلط۔ مگر خدارا فریق ثانی کے بھی استدلال اور

معارضے پر ذرا غور کیجئے۔

وہ کہتے ہین کہ آیات متدلہ سے نفی سماع اموات ہرگز مستنبط نہین اسلئے کہ ان الاموات لایسمعون نہین وارد ہوا جو بطور استدلال عبارۃ النص پیش ہو۔ اوران آیات مین موتیٰ سے مراد مُردے نہین ہین بلکہ یہ استعارہ کفار کے ساتھ ہے۔ کہ اُنکو اموات سے تشبیہ دیگیی ہے۔ اور وجہ شبہ (مشبّہ و مشبّہ بہ کے درمیان) عدم اجابت ہی نہ کہ عدم سمع۔ اور یہ ظاہر ہے کہ کفار بہرے نہ تھے۔ اُنکی قوت سمعیہ زائل نہ تھی۔ کیا صمٌّ بکمٌ عمیٌ مین کوئی اہل علم کہہ سکتا ہے کہ وہ سب گونگے بہرے، اندھے، تھے؟

لا واللہ۔ وجہ شبہ وہی عدم اجابت ہے۔ پھر اس آیت سے عدم سمع کیونکر ثابت ہوا؟۔

اور سنئیے! اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتىٰ اور وما انت بِمُسْمِعٍ فرمایا گیا جو باب افعال سے ہے۔ جسکے معنی یہ ہوئے کہ تم نہین سُنا سکتے ہو۔ یہ کیونکر معلوم ہوا کہ فی نفسہ وہ نہین سن سکتے اور خدا بھی انھین نہین سُنا سکتا۔ کیا آیۂ کریمہ اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ۔ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ۔ اس بات کی صاف دلیل نہین ہے؟

اب رہا حضرت صدیقہ رضی کا قول اور اُن کا استدلال تو اوسکا جواب

یون دیا جاتا ہے کہ فہم صحابہؓ بمقابلہ نص و مخالفت دیگر صحابہ کرام حجت نہین ہے حضرت عمر اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جو واقعہ بدر مین شریک تھے بمجرد فہم حضرت ام المومنین وہ حضرات کیونکر غلط گو اور غلط بیان ثابت ہو سکتے ہین حضرت ام المومنینؓ تو اس واقعہ مین موجود بھی نہ تھین ۔ معہذا خود حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایسی روایت بھی منقول ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اونھون نے اپنے اس پہلے خیال سے رجوع فرمایا۔

جب قرآن پاک سے کسی فریق کیلئے کوئی قطعی فیصلہ نہین ہے تو اب ہمکو سنت یعنی احادیث کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔

یہ امر خوب روشن ہے کہ فن حدیث کی معتبر کتب صحاح ستہ اور دیگر مسانید و معاجم و سنن مین بعبارۃ النص (جو قطعی الدلالہ ہوتی ہے) بکثرت روایات سماع موتیٰ کے ثبوت مین موجود ہین ۔ بدر کا قصہ صحاح مین موجود ہے کہ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ تم سے یہ مُردے زیادہ سُنتے ہین اور صحیح مسلم مین ہے کہ مردہ لوگون کی جوتیون کی آہٹ اور چلنے کی آواز تک سنتا ہے ۔ دیگر روایتون مین ہے کہ مردہ زائرین کا سلام سنتا ہے اور انکو جواب دیتا ہے ۔ ان حدیثون کی تصحیح اکابر محدثین نے کی ہے ۔ اور

فرقہ وہابیہ کے پیشوا جنھین وہ عقائد مین اپنا امام جانتے ہین جیسے
علامہ ابن تیمیہ وابن قیم وابن عبد الہادو قاضی شوکانی وغیرہم سب نے
ان حدیثون کی تصحیح کی ہے اور سب سماع اموات کے قائل تھے جیسا کہ
صارم منکی اور کتاب الروح وغیرہما مین موجود ہے دیکھو کتاب الروح
صفحہ ۱، تحقیق سماع موتیٰ ۔

یہ عجب طرفہ تماشہ ہے کہ ہر مسئلہ مین تو یہ لوگ حرانی وشوکانی
کا دم بھرتے ہین مگر عقائد حقہ مین انکی تحقیقات کی ذرہ پروا نہین
کرتے ۔ اور حنفیون کے الزام کیلئے چند بے سروپا روایات عامہ
کتب فقہ کی اوٹھالاتے ہین ۔ نہین معلوم " اترکوا قولی بخبر الرسول"
کا دروازہ یہان پر کیون مسدود کردیا جاتا ہے ۔ اور حدیثون کی بیوجہ
تاویل کہین اسکو معجزہ کہنا ۔ کہین اسکو خصایص سے شمار کرنا ۔
یہ کون سے انصاف ودیانت کا اقتضا ہے ۔ یہ فقط اربعین اور مائۃ
مسائل کی پاسداری ہے ہرگز اسمین حقانیت نہین ہے ۔

اس موقع پر مین ایک تقریر دلپذیر حضرت قبلہ وکعبہ عالم
جناب والد ماجد دامت برکاتہ کی " سماع موتیٰ " پر پیش کرتا ہون جو
حضرت قبلہ نے بمقابلہ جماعت اہل حدیث فرمائی ہے ۔

آپ غور فرمائین کہ یہ تقریر کس قدر حقانیت سے مملو ہے

اور نفس مسئلہ پر کسقدر صفائی اور وضاحت سے روشنی ڈالتی اور
اختلافات ونزاعات کو مٹا کر امر حق کو ظاہر کرتی ہے۔ اس تقریر
کی بنا پر نہ تو آیات قرآنیہ کی کوئی تاویل کرنا پڑتی ہے۔ اور نہ
احادیث صحیحہ سے انکار لازم آتا ہے اور نہ فقہاء کے مسئلہ کی
تغلیط ہوتی ہے۔ سب باتین اپنی اپنی جگہ پر رہتی ہین اور ساتھ
اسکے منکرین سماع اموات اور قائلین سماع کے مابین درحقیقت
کوئی جھگڑا باقی نہین رہتا۔ مگر تعصب ونفسانیت کا خدا برا کرے
کہ یہ حق شناسی سے انسان کو باز رکھتی ہے۔ وہ تقریر مختصر لفظون
مین یون ہے کہ:۔

کان کے ثقبۂ مجوفہ مین تموج ہوا کے ذریعہ سے کسی صوت وصدا
کے جاکر ٹکرانے سے قوائے دماغی کو جو حس پیدا ہوتا ہے۔ اسی کو
سمع کہتے ہین اور مرنے کے بعد جب حیات بدنی فنا ہوگئی تو اسکے
ساتھ ہی ساتھ۔ سمع۔ بصر۔ لمس۔ شموم۔ ذوق۔ سب تو تین بھی
باطل ومعطل ہو جاتی ہین پس قرآن مجید مین جو اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ
الموتیٰ فرمایا گیا وہ اپنی جگہ پر بلا تاویل بہت درست ہے کیونکہ سمع
کا تعلق قوائے جسمانی سے ہے اور سارے قوائے جسمانیہ مرنے
کے بعد فنا ہو جاتے ہین اب نہ تو قوت سامعہ باقی ہے۔ نہ تموج

ہوا کے ذریعہ سے قرع صماخ ہو سکتا ہے۔ نہ قوائی دماغی کو اس کا
کوئی احساس ہوتا ہے۔ بلکہ عموماً۔ قبر مین۔ سارے جسم کے ساتھ
تمام قواے جسمانیہ کے محل بھی سڑ گل کر چھٹی ہو جاتے ہین۔ تو ظاہر
ہے کہ مردون کیلئے اب یہ سمع کیونکر ثابت ہو سکتا ہے اسی لئے
کہا گیا کہ تم مُردون کو نہین سنا سکتے اور تمھاری آواز مردون کے
کانون تک نہین پہونچ سکتی اور یہ منکرین بالکل انھین کے مانند
ہین کہ حق بات اپنے کانون کے اندر جانے ہی نہین دیتے۔ گویا
انھون نے اس قوی کو باطل کر دیا ہے۔

مگر واضح رہے کہ **روح** جو زندہ اور باقی چیز ہے اور جسم سے
علیحدہ ہونے کے بعد بھی اسپر فنا طاری نہین ہوتی اُسکی زندگی
کے ساتھ اسکے قواے خاصّہ بھی زندہ و باقی رہتے ہین لپس
مردون کو مرنے کے بعد روحانی طور پر احساس و ادراک اور روحانی
علم و شعور یقیناً و قطعاً باقی رہتا ہے سماع جسمانی کی عدم تحقق سے
روحانی ادراک و شعور کا عدم ہرگز نہین ہو سکتا۔ بلکہ روح علائق
جسمانی سے آزاد ہونے پر اور زیادہ دّراک وحسّاس ہو جاتی ہے۔

بس صحیح و معتبر حدیثون مین جو وارد ہے کہ مُردے سُنتے ہین
مردے سلام کا جواب دیتے ہین۔ مُردے پاؤن کی چاپ کی آواز

محسوس کرتے ہین۔ مردون کو اونکی قبرون پر چڑہنے۔ اور روندنے
یا توہین کی حرکت کرنے سے ایذاء ہوتی ہے۔ اور مُردون کو زندون
کی طرف سے دعا وادا ءِ والیصال ثواب سے خوشی ہوتی ہی۔ وغیر ذالک
بیشک یہ سب صحیح ہے۔ مگر سب سے مراد وہی روحانی سماع یعنے
ادراک روح وعلم وشعور روحانی۔ اور روحی تکلیف والم یا مسرت۔ اور
روحانی طور پر جواب سلام مراد ہے نہ جسمانی اب آیت قرآنی
اوران احادیث نبویّہ مین باہم کوئی تخالف وتناقض ہرگز نہ رہا۔

اور اس کا ثبوت کہ احادیث مین سماع موتی سے علم وشعور اموات
مراد ہے۔ اور مردون کے اس روحانی ادراک وعلم وشعور کا کوئی بھی
منکر نہین ہے۔ یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت
متعلق واقعہ قلیب بدر مین قول حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ
واصحابہ وسلم ما انتم باسمع لما اقول منھم (کہ یہ مردے میری
بات کو تمسے زیادہ سُن رہے ہین) کی نسبت حضرت عائشہ صدیقہ
رضی اللہ عنہا نے اسی آیت اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی سے استدلال کرکے
یون فرمایا کہ آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یون ارشاد فرمایا ہوگا
کہ اِنَّھُمْ الْاٰنَ لَیَعْلَمُوْنَ۔ دیکھئے حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالی
عنہا نے سمع کے لفظ کا انکار فرمایا مگر علم وشعور کا انکار نہ فرمایا بلکہ

سمع کی جگہ علم کا لفظ تبلایا جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اوس سمع سے انکاری ہین جس کا تعلق جسم سے ہے اجو کان کے ثقبہ مجوّفہ مین قرع ہوا کے ذریعہ سے ہوتا ہے انکہ مطلق ادراک وشعور وعلم اموات سے جس کا تعلق حسّ روحانی سے ہے. اور جو روح کی بقاء کے ساتھ ہمیشہ باقی ہے -

اور فقہاے حنفیہ کی طرف جو عدم سماع موتی کے قول کی نسبت کی جاتی ہے اس کا تعلق بھی اُسی سماع سے ہے جو عرف عام مین مفہوم ہوتا ہے نہ اوس روحانی سمع سے جس سے مراد علم وادراک ہے فقہاء نے یمین کے مسائل بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی سے کلام نکرنے کی قسم کھالے - اور اسکے مرنے کے بعد قبر پر جاکر کلام کرے تو حانث نہوگا کیونکہ مردہ سُنتا نہین "

فقہاء عرف عام کو لیتے ہین! ور عہود وایمان مین عرف عام ہی کا اعتبار کیا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ عرفاً - مُردے سے تخاطب کرنے کو "کلام کرنا اس شخص سے" نہین کہا جاتا - اور سمع سے مراد - عرف مین وہی جسمانی سمع ہے جو عموماً اموات مین مفقود ہوتی ہے - پس یہ مسئلہ فقہیہ اپنی جگہ پر بہت صحیح ہے - مگر اس سے مسئلہ عدم سماع موتی پر استدلال صحیح نہین ہوسکتا -

تتمۂ استمداد

شیخ الاسلام علامہ سید شہاب الدین حموی حنفی نے جو جلیل المرتبہ حنفی عالم اور شارح اشباہ و نظائر ہیں اور جن سے علامہ شامی و علامہ طحطاوی بکثرت استناد کرتے ہیں) ایک رسالہ مسمی بہ نفحات القرب لکھا ہے جس میں کرامات اولیاء بعد الانتقال کو بدلائل و براہین ثابت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ "من نسب الی الامام ابی حنیفة القول بانقطاع الکرامات واھمٌ۔ وعن طریق اھل الھدی ضالٌّ۔ اذ لم یثبت فی شیٔ من کتب مذھب ابی حنیفة اصولاً و فروعاً القول بانقطاع الکرامات بالموت بل لم یثبت فی شیٔ من کتب المذاھب الثلثة الخ ص۲۱۶ مجموعہ شفاء السقام مطبوعۂ مصر۔

یعنی کرامات اولیاء کے (بعد از رحلت) فنا ہوجانیکا قول جو امام ابو حنیفہؒ کیجانب منسوب کرتا ہے وہ وہم میں گرفتار ہے اور اہل ہدی کے راستے سے بھٹکا ہوا ہے اسلئے کہ مذہب ابو حنیفہ کی اصول و فروع کی کسی کتاب میں بھی کرامات اولیاء کا بعدِ رحلت منقطع ہوجانا

ثابت نہین۔ بلکہ دیگر مذاہب ثلثہ کی کسی کتاب سے بھی یہ ثابت نہین ہوتا۔

اور تصرف اولیا کے ذکر مین فرماتے ہین کہ کوئی حاجتمند نہ تو اُن لوگون (یعنے اولیا) کو زندگی مین مستقل اور خالق و موجد سمجھتا ہے اور نہ بعد از وفات۔ حاجتمندون کے کلام سے خواہ مخواہ وہی مطلب پیدا کر لینا جو ہرگز ان کے دلون مین نہین درحقیقت ایک تلبیس اور فریب دہی ہے۔ مسلمانون پر ہرگز گمان بد نہ کرنا چاہیئے۔ انکی اسی مفہوم کی اصل عبارت یہ ہے۔

ثم ان تصرف الاولیاء فی حیاتھم و مماتھم انما ھو باذن اللہ وارادتہ لاشریک لہ فی ذلک خلقا ولا ایجادا۔ ولا یقصد الناس بسوالھم قبل الموت وبعدہ نسبتھم الی الخلق والایجاد والاستقلال بالافعال فان ھذا لا یقصدہ مسلم ولا یخطر ببال احد من العوام فضلا عن غیرھم۔ فصرف الکلام الیہ ومنعہ من باب التلبیس فی الدین الخ ص۲۸

فرقہ نجدیہ اور انکے حامی معنی مجازی اور استعارے سے بہت گھبراتے ہین اسلئے جب کوئی صاحب یا ان بزرگون سے توسل کرتا ہے اور اُن سے مجازا استغاثہ کرتا ہے تو یہ فی الفور اسے مشرک وکافر کہدیتے

ہین اور قرآن پاک کی وہ آیتین جو مشرکین کی شان مین ہین اس پر
منطبق اور چسپان کر دیتے ہین۔ حالانکہ مشرکین اپنے معبودون کو
طاقت وقوت مین مستقل مانتے ہین اور اسی سبب سے وہ انکی عبادت
کرتے ہین اور جبلی عبادت سے خدا کا تقرب چاہتے ہین لیکن
ایک جاہل سے جاہل مسلمان بھی ہرگز کسی بزرگ کی طاقت وقوت کو
حیًا ومیتًا مستقل نہین مانتا اور نہ انکی عبادت کرتا ہے۔ وہ عبادت
جب کرتا ہے تو خداے واحد ہی کی کرتا ہے۔ ہان اپنے کشود کار
مین وہ انھین وسیلہ سمجھتا ہے۔ پس پُر زور طاقت تصرّف کا کسی
بندے کی طرف نسبت کرنا ہرگز شرک نہین۔ اسے شرک کہنا ایک
کھلی نادانی اور قرآن وحدیث سے ناآگاہی کا سبب ہے۔

ہر شخص جانتا ہے کہ حاکم حقیقی فقط خداے رب العزت ہی
جیسا ارشاد ہوا کہ ان الحکم الا لِلّٰہ اور لا یشرک فی حکمہ احدا
لیکن ساتھ ہی ساتھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی حاکم قرار
دیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے حتی یحکموک فیما شجر بینھم چنانچہ
معاملات دنیوی کے فیصلہ کرنیوالے کو بھی حَکَم اور حاکم کہا جاتا ہے۔

اسیطرح ہر انسان اس سے آگاہ ہے کہ جان دینے والا اور
جان لینے والا باری تعالی ہی ہے جیسا فرمایا گیا۔ ھو یحیی ویمیت

اور اللہ یتوفی الانفس حین موتہا (یہ معنی حقیقی ہین) پھر ملک الموت کیطرف بھی جان لینے کی نسبت کیگئی اور کہا گیا کہ قل یتوفاکم ملک الموت الذی وکل بکم (اور یہ معنی مجازی ہین) ملک الموت فقط ایک واسطہ ہین اور در حقیقت جان لینے والا وہی اللہ تعالیٰ ہے جس نے جان دی اسی نے لی۔

علی ہذا القیاس بیمارون کا اچھا کرنے والا وہی شافی حقیقی ہے جیسا فرمایا گیا واذا مرضت فھو یشفین۔ مگر نسبت مجازی وسیلہ کی طرف بھی ہوتی ہے جیسا کہ حضرت سیدنا مسیح سلام اللہ علیہ وعلی نبینا اپنے آپ کو فرماتے ہین وابرء الاکمہ والابرص واحیی الموتی باذن اللہ۔

یون ہی اولاد دینے والا وہی خدائے رزاق ہی لیکن وسیلہ کی وکالت بھی اسکی مجازی نسبت ہوئی ہے پڑھو سورہ مریم رکوع ۲ حضرت جبرئیل امین نے حضرت مریم سلام اللہ علیہا سے فرمایا۔ لاھب لک غلاما زکیا۔

اسی طرح مالک ومولا سے حقیقی اور جان کا مستحق وہی پروردگار ہی جیسا ارشاد ہوا اللہ ولی الذین امنوا اور نعم المولی ونعم النصیر مگر مجازاً بندون کیطرف بھی یہ نسبت ہوتی ہے جیسا ارشاد ہوا انما ولیکم

اللہ ورسولہ الخ اور النبی اولی بالمومنین من انفسھم۔

اسی طور پر اعانت وامداد وہی خدائے معین ہی کرتا ہی مگر مجازًا اسکی

نسبت بندون کی طرف بھی ہوتی ہے ایک دوسرے سے اعانت طلب

کرتے ہین۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ تعاونوا علی البر والتقوی اور

کبھی نیک عمل سے استعانت کیجاتی ہے حسکم ہوا۔ استعینوا بالصبر

والصّلوۃ۔

اسی طرح ہر انسان درحقیقت خدا کا ہی عبد ہوا کرتا ہے جیسا فرمایا گیا۔ ان

الارض یرثھا عبادی الصّالحون۔ لیکن مجازًا نسبت عبدیت

بندے کی بندے کی طرف بھی ہوتی ہے مثلًا فانکحوا الایامی والصّلحین

من عبادکم وامائکم۔

اسی طریقے سے تمام انسان کا ربّ حقیقی خدائے رب العلمین ہی ہے

چنانچہ ارشاد ہوا ان ربك علیم حکیم۔ لیکن مجازًا رب کی نسبت

غیر خدا یعنے انسانون کیطرف بھی ہوتی ہے مثلًا واذکرنی عند ربك

اور تلد الامۃ ربتھا الخ۔

یون ہی مستغاث حقیقی فقط رب العزت ہے لیکن مجازًا بندہ کبھی

بندے سے بھی استغاثہ کرتا ہے۔ ارشاد ہوا فاستغاثہ الذی من

شیعتہ علی عدوہ۔ صحیح بخاری مین حضرت سیدتنا ہاجرہ کے

قصہ مین بھی استغاثہ موجود ہے۔ نیز حدیث شفاعت مین حضرت سیدنا

آدم سلام اللہ علیہ کے ساتھ لوگون کا استغاثہ موجود ہے۔

فاستغاثوا بآدم۔

حصن حصین کی ایک حدیث ہے جسے محدثین نے حسن کہا ہی کہ

وان اراد عونا فلیقل یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی

یا عباد اللہ اعینونی۔

اس مین صاف ندائے غائب اور استمداد موجود ہے اور غائب سے

جو نظر کے سامنے نہین لفظ "یا" کے ساتھ تخاطب ہی۔

نیز امام بخاریؒ نے الادب المفرد مین ایک حدیث نقل فرمائی ہی۔

حدثنا ابو نعیم قال حدثنا سفیان عن ابی اسحق عن عبدالرحمن

بن سعد قال خدرت رجل ابن عمر فقال لہ رجل اذکر احب

الناس الیک فقال یا محمد صلعم اور ایک روایت مین ہے۔

وصاح یا محمداہ۔

شراح حدیث نے لکھا ہے کہ قصد بہ اظہار المحبۃ فی ضمن

الاستغاثۃ۔ (کاش "یا رسول اللہ" کو شرک وکفر کہنے والے

اب بھی عبرت حاصل کرین۔)

اسکے سوا پنجگانہ نماز مین حضرت رسول خدا صلعم کے زمانے

سے الی یومنا ھذا " السلام علیك ایھا النبی " ہر مسلمان کہتا
ہے ۔ یہاں بھی غائب عن النظر سے خطاب ہی ۔ صحابہ و تابعین سے
برابر آجتک ایسا تخاطب متواتر ہے ۔ مگر افسوس کہ نجدی اور
اسکے بعض ہندی و پنجابی متبعین ایسے تخاطب و استغاثہ اور ایسی
استعانت و استمداد کو بے دھڑک کفر و شرک کہدیتے ہین ۔ کبرت
کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا ۔

نجدیہ عموماً اہل اسلام اور خصوصاً اہل حرمین شریفین کو بوجہ
استعانۃ و استمداد و تعظیم قبور مشرکین و عُبّاد الشیطان کہتے ہین جیساکہ
نجدی اول کی کتاب التوحید اور اُسکے نبیرہ کی کتاب التوضیح اور نجدی حال
کی الہدیۃ السنیہ سے ظاہر ہے اور ایسے مسلمانون کا قتال اور انپر جہاد
اپنے فرائض سے بتاتی ہین ۔ اور قبجات و مزارات متبرکہ کولات و عزیٰ
سمجھکر اسکا انہدام واجب بتاتی ہین ۔ دیکھو توضیح صد ۱۳۴

انما نکفر بالشرك الذی لا یغفر وھو دعاؤھا ورجاؤھا و
الاستغاثۃ بھا و ذبح القربان والنذر لھا لتدفع سوءً او تجلب
خیرا او تکون واسطۃ فی ذلك نعم نحن نھدم القباب التی علی
القبور ونامر بھدمھا کما ھدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم قبۃ
اللات فی الطائف ۔

پھر آگے چل کر کہتا ہے کہ ان قبون کا ڈہانا مسجد ضرار کے انہدام سے بھی زیادہ ضروری ہے۔

وھو اولی بالھدم من بناء الغاصب قطعا و اولی من ھدم مسجد الضرار المامور بھدمہ شرعا اذ المفسدۃ ھنا اعظم حمایۃ للتوحید

اور ہندوستانی نجدی العقیدہ نے بھی اسکو اہم فرائض لکھا ہے

انلوگون کو یہ خبر نہین کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔

ان الشیطان قد یئس ان یعبد۔ فی جزیرۃ العرب۔

یعنی رسولخدا صلعم کی توحید پھیلانے کے بعد شیطان جزیرۂ عرب مین اپنی پرستش سے مایوس ہوگیا۔

اور توضیح نجدی صہ ۹۱ مین تصریح موجود ہے کہ امام احمد نے کہا کہ جزیرہ عرب سے مکہ و مدینہ و خیبر و ینبوع و فدک اور اسکے گرداگرد مراد ہے۔

پس خدارا انصاف شرط ہے کہ اہل حرمین کیونکر عباد الشیطان ہو سکتے ہین۔ البتہ یہ شیطنت نجدی شیاطین کی ہی کہ اہل حرمین کو مشرک کہتے ہین حالانکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکو ایمانی تمغہ عنایت فرمایا ہے۔ دیکھو صحیح مسلم

غلظ القلوب والجفاء فی المشرق والایمان فی اہل الحجاز

یعنی سنگدلی وظالمانہ روش مشرق (یعنی نجد) والونکی ہی اور

نور ایمان اہل حجاز مین ہے۔

المشرق کا الف ولام نجد معہود غیر مبارک کو بتلا رہا ہے طرز ترتیب امام بخاری اور اقوال شراح ہمارے شواہد ہین۔

اس نص قطعی الدلالہ کے بعد اہل نجد و اہل حجاز کا مسئلہ مذہبی طور سے ختم ہو گیا۔ اہل سیاست سے مجھے کوئی بحث نہین۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی۔

اللھم لا تجعل قبری وثنا یعبد بعدی

اے اللہ میری قبر کو بت نہ بنانا کہ اسکی پرستش ہو۔

یہ دعا حضورؐ کی قبول ہوئی اور پرستش سے قبر مبارک محفوظ ہو گئی۔ اور ابن قیم جو نجدیون کے مذہبی حیثیت سے مورث اعلی ہین انکو بھی اس دعا کی قبولیت کا اقرار ہے جیسا کہ وہ اپنے نونیہ مین کہتے ہین۔

ولقد نھانا ان نصیر قبرہ	عیداً حذار الشرک بالدیان
ودعا بان لا تجعل القبر الذی	قد ضمہ وثناً من الاوثان
فاجاب رب العلمین دعائہ	واحاطہ بثلثۃ جدران
حتی غدت ارجائہ بدعائہ	فی عزۃ وحمایۃ وصیان

الغرض بنائے قبہ خضرا سے ہر قسم کی حفاظت ہو گئی۔

اب پھر اس مزار مقدس کو صنم اکبر کہنا اور زائرین با خشوع و خضوع کو

مشرکین وعباد صنم کہنا۔کیا یہ گستاخی وبے ادبی یا توہین رسول نہین ہی
تو اور کیا ہے۔یا اسکو سومنات وبت ر استھان کہنا جیسا کہ بعضے پنجابی
دریدہ دہن کہہ رہے ہین توہین رسول نہین ہے تو اور کیا ہے۔
جب اللہ تعالی نے اُسے بت ننبے سے بچالیا۔پھر یہ بے ادبا
جو بظاہر اپنے کو مسلمان کہتے ہین۔کیون ایسے تشبیہات سے اپنے ایمان
کو خراب کرتے ہین اللہ تعالی صراط مستقیم پر لائے۔آمین ثم آمین۔
نجدی اور ادنکے متبعین کی یہ عادت ہے کہ جب قرآن وحدیث
انکے سامنے پیش کیجاتی ہے۔اور جواب سے عاجز ہو جاتے ہین۔تو
کہنے لگتے ہین تم اپنے امام ابو حنیفہ کا قول پیش کرو سماع موتی اور
استمداد وعرس مولود شریف بوسہ قبر وغیرہا مین اپنے امام کے اقوال لاؤ۔
یہ کسقدر عامیانہ باتین ہین۔جو شخص مذاہب ائمہ اربعہ سے
واقف ہے وہ خوب سمجھ سکتا ہے کہ ہر جزئی مسئلہ کا امام سے مروی ومنقول
ہونا ضروری نہین مسائل فقہیہ امتداد زمانہ سے روز بروز نئے پیدا
ہوتے جاتے ہین۔پس اسکو قواعد واصول مذہب سے مستخرج ہونا چاہیئے
نہ کہ بعینہ وہ قول امام ہو۔
مذہب حنفی فقط قول امام کا نام نہین۔محمدؒ وابو یوسفؒ وزفرؒ کی
تحقیقات پر بھی فتوی ہوتا ہے وہ بھی مذہب حنفی ہے اور کبھی متاخرین نے

جو تنقیدات کئے ہین وہ معمول بہ ہوتا ہے وہ بھی مذہب حنفی ہے اور کبھی
دیگر ائمہ متبوعین کے فروعی مسائل پر ہمارے فقہا فتوی دیتے ہین
یا اسکو لاباس بہ کہدیتے ہین۔ وہ سب مذہب حنفی مین داخل ہین۔
ناظرین کتب حنفیہ اسکو خوب سمجھ سکتے ہین۔

حضرت شیخ الاسلام مولانا عبدالحی صاحب قدس سرہ العزیز
سعی مشکور کے صفحہ ۱۶۶ مین فرماتے ہین۔

لا یلزم تصریح کل من الفروع والجزئیات عن الائمۃ فالعلوم
تتزاید یوما فیوما بحسب اختلاف حوادث الامۃ۔ فما لم یظهر
تصریحهم علی خلافه یحکم بالجواز۔

شعائر اللہ

وَمَنْ یُعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب

جو شخص اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو یہ تعظیم دلون کی پرہیزگاری مین داخل ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اعلی وارفع شعائر اللہ کون ہو سکتا ہے۔ معالم حج وہدایا وطواف کعبہ وسعی صفا ومروہ سب انھین نے بتایا جو کچھ معالم دین جس نے پایا انھین سے پایا۔ پس اُن کی تعظیم اہم فرائض اسلامی سے ہے حضرت شاہ ولی اللہ محدث حجۃ اللہ البالغہ مین فرماتے ہین:۔ ومعظم شعائر اللہ اربعۃ القرآن والکعبۃ والنبی والصلوٰۃ ص ۶۹ جلد اول یعنی قرآن وکعبہ وپیغمبر اور نماز معظم شعائر اللہ سے ہین اور یہی بزرگ اپنی کتاب الطاف القدس صفحہ ۳۰ مین یون فرماتے ہین۔

"محبت شعائر اللہ عبارت از محبت قرآن وپیغامبر وکعبہ است بلکہ ہر چہ منتسب باشد بخدا حتی اولیاء اللہ نیز" اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اولیاء اللہ بھی شعائر اللہ مین داخل ہین محقق دہلوی کی یہ توضیح نہایت ہی معقول ہے اسلئے کہ شعائر شعیرہ کی جمع ہے جسکے معنی لغوی علامت کے ہین پس جسے دیکھکر خدا یاد پڑے وہ خدا کی نشانی اور شعائر اللہ سے ہے۔

لہذا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور جس شے کا تعلق آپ سے ہو اور جسکا لحوق دلزوق آپ کے ساتھ ہو ان سبکی عظمت تعظیم شعایر اللہ مین داخل ہے۔

اسی مضمون کو جناب مولوی اسمٰعیل شہید مرحوم اپنی کتاب صراط مستقیم کے باب اول مین کیا خوب انداز سے فرماتے ہین۔
دانہ فروع حب منعم است تعظیم شعایرا یعنی امور یکہ بآن مناسبتہ خاصہ میدارد بحیثیتیکہ ذہن کسے کہ واقف بآن مناسبت باشد ازآن امور بان منعم انتقال می کند مثل تعظیم نام او و کلام او و لباس او وسلاح او حتی کہ مرکب او و مسکن او الخ۔

اس سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے شعایر کی تعظیم بھی عین محبت منعم حقیقی تعالےٰ شانہ کی ہے۔ تو گویا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نام و کلام و لباس وسلاح و مرکب و مسکن و مولد و مرقد ہر ایک شئی کی تعظیم عین آپ کی محبت و تعظیم ہے جو حقیقت مین خدائے رب العزت کی تعظیم ہے۔ اور اسی کے ساتھ ہی ساتھ آپ کے اہلبیت واصحاب اور انکی چیزون کی بھی تعظیم گویا خدا و رسولؐ ہی کی تعظیم ہے اور انکے شعائر کی توہین و تخریب گویا خدا و رسولؐ کی اہانت ہے۔

جناب مولانا موصوف نے اسی کتاب صراط مستقیم مین یہانبر یہ دو شعر بھی لکھے ہین۔

نازم بچشم خود کہ جمال تو دیدہ است۔
افتم بپائے خود کہ بکویت رسیدہ است

ہر دم ہزار بوسہ زنم دست خویش را
کو دامنت گرفتہ بسویم کشیدہ است۔

مولانا موصوف کا یہ ذوق شوق کوئی نیا مضمون نہین ہے ہمیشہ سے علما محدثین یہی کہتے آتے ہین کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے تعظیم کے یہ معنی ہین کہ حضرت کی تمام چیزون کی تعظیم کیجائے جو شئے حضرت کیطرف منسوب ہو اسکی بھی تعظیم کیجائے حضرت کے مشاہد حضرت کے مساجد حضرت کی پیدائش کی جگہ حضرت کے رہنے کا مکان وغیرہ وغیرہ سب واجب التعظیم ہین ان جگہون کی حاضری اور پھر وہان سے حصول برکت سب محبت و ایمان کی دلیل ہے۔ شفا قاضی عیاض اور اسکے شارح ملا علی قاری محدث یون ارشاد فرماتے ہین۔ ومن اعظامہ صلے اللہ علیہ وسلم واکبارہ اعظام جمیع اشیائہ والمراد جمیع ما ینسب الیہ ویعرف بہ صلے اللہ علیہ وسلم واکرام مشاھدہ۔ ای مواضعہ

التی حضرها او نزل بها و امکنتہ ای مساجدہ فی مکۃ کبیت
خدیجۃ رضی اللہ عنہا مہبط الوحی و دار الارقم بن الارقم
وغار حراء و ثور و مولدہ ومن المدینۃ کمسجدہ و بیوتہ
ومواطنہ الخ جلد دوم ص ۹ -

ناظرین کرام یہ اقوال ہین علماء محدثین وعشاق صادقین حضرت
سید المرسلین کے . صلے اللہ علیہ وسلم - مگر وائے بر اعتقاد نجدی
کہ ان چیزون کی تعظیم کو بالقطع کفر و شرک و بدعت بتاتا ہے اور ایسے
آثار متبرکہ قدیمہ کے ہدم و بربادی کی ترغیب دیتا ہے -
اور وامصیبتاہ کہ ہندوستان مین بھی اسکے متبعین ایسے موجود
ہین جوان آثار متبرکہ کو کبھی استھان اور کبھی بت کہتے ہین اور انکی
عظمت کرنے والونکو قبہ پرست موی پرست اور لکڑی و بانس اور
چھپر کا پوجنے والا بتایا جاتا ہے اور جب ہم مسلمان اسپر فریاد و فغان
کرتے ہین تو رہبران ملک کیطرف سے خموش خموش کی صدا بلند
ہوتی ہے - اور ان دریدہ دہنون کی گستاخیون کو انکی ذاتی رائے
کہکر ٹالدیا جاتا ہے - فالی اللہ المشتکی -
اور ایک نئی وجہ شعایر رسول کے تعظیم نہ کرنے کی یہ بھی بتائی جاتی ہے
کہ یہ شعایر و آثار صحیح نہین ہین غلط ہین -

افسوس یہ آجکل کے علماء ہین اور ایک وہ اگلے علماء محدثین

تھے جو مجرد نسبت کے لحاظ سے ان آثار کی زیارت و تعظیم کرتے

تھے دیکھو مولانا حافظ سندھی محدث اپنی کتاب **حیوۃ القلوب**

فی زیارۃ المحبوب باب چودہ فصل ۳ مین مولانا رحمۃ اللہ

سندھی محدث اور ملا علی قاریؒ کی عبارت کا خلاصہ یون لکھتے ہین

مستحب است زیارہ مساجد و آبار و آثار کہ منسوب اند بسوے

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم برابر است کہ دانستہ شود عین آنہا یا جہت

آنہا و تصریح کردہ اند باین استحباب علی الاطلاق جماعتی از حنفیہ طائفہ

از شافعیہ و مالکیہ و حنابلہ۔ الی قولہ تعظیم ہر چیزے کہ مساس کردہ باشد

بدست او یا پہلوئے او یا قدم او یا عضوی از اعضاء او برابر است کہ صحیح گشتہ

باشد نقل در ثبوت او یا آنکہ معروف باشد در مردم بروجہ اشتہار بغیر

ثبوت آن در اخبار و آثار انتہی مختصراً۔

اب انصاف کرنا چاہیئے کہ ان آثار متبرکہ پر شہرت کا اعتبار

کرنا کافی ہے۔ یا حدثنا و عن عن کی بھی ضرورت ہے۔ مولد النبی

دار ارقم بن ارقم۔ مکان حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور مولد فاطمہ و

مساجد آثار کے متعلق کسی نے بھی نہین کہا ہے کہ یہ جعلی ہے بلکہ

سب انکی صحت پر متفق ہین اور انکی زیارت کو مستحب بتاتے ہین دیکھو

ایضاح المناسک امام نووی اور مناسک ملا علی قاری در تاریخ قطبی

حتیٰ کہ پیشوائے نجدیت ابن تیمیہ وغیرہ بھی ان آثار متبرکہ کو

جعلی وفریبی نہین کہتے ۔ البتہ اپنے مذہبی قاعدہ سے انکی زیارت

کو حرام کہتے ہین ۔

ان مقامات متبرکہ کو غلط کہکر زیارت سے روکنا یہ فقط چودھوین

صدی کے مورخین کا نیا تاریخی اختراع ہے ۔

اب ابن تیمیہ کے خیالات کو سنئے نواب صدیق حسن خانصاحب

مرحوم اپنی کتاب "رحلۃ الصدیق الی البیت العتیق کے ص۷۲ ابن بن

تیمیہ سے یون نقل کرتے ہین کہ مکہ معظمہ مین بجز مسجد حرام کے کسی

مسجد کی زیارت نہ کرنی چاہیئے مثلاً مسجد صفا ومسجد ابو قبیس ونحو

ذالک من المساجد التی بنیت علی آثار النبی صلے اللہ علیہ

وسلم کمسجد المولد وغیرہ فلیس قصد شیئ من ذلک

من السنۃ ولا استحبہ احد من الائمۃ ۔ بل ھو بدعۃ

اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ ابن تیمیہ ان آثار متبرکہ کو جعلی

نہین کہتے ہین ۔

اب رہا انکا یہ کہنا ۔ کہ ائمہ سے کسی نے اسکو مستحب نہین

بتایا ۔ اور بدعت ہے یہ انکار رشاد محض تیمی اجتہاد اور اقوال آثار سلف

سے بیخبری یا چشم پوشی ہی فی الجملہ اسکی تفصیل عرض کرتا ہون۔
ائمہ تو سمجھے ہین صحابہ کرام سے زیارت و تعظیم ایسے آثار

کی ثابت ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ جب حج کو تشریف لے جاتے تو مساجد
بین المدینہ والمکہ جو آثار نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بنی ہوئی تھین
ٹھرتے تھے اور وہان نماز ادا کرتے تھے جن مقامات پر رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ افروز ہوئے تھے وہان وہ بیٹھ جاتے تھے
(للبرکۃ) جن درختون کے نیچے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے تھے
اوسکو وہ پانی سے سینچتے تھے یہ روایتین صحاح و سنن و مسانید و معاجم
مین بکثرت موجود ہین کیا علامہ بن تیمیہ نے صحیح بخاری بھی غور سے
نہین پڑھی تھی اور کیا طبقات بن سعد کی یہ روایت بھی نظر سے
نہ گزری تھی۔ رأی بن عمرؓ واضعا یدہ علی المنبر ای منبر
المسجد النبوی) ثم وضعہا علی وجھہ۔

یعنی حضرت عبداللہ بن عمر کو لوگون نے دیکھا کہ آپ نے اپنا ہاتھ مسجد
نبوی کے ممبر پر رکھا اور پھر اوس ہاتھ کو اپنے منھ پر پھیرا (تبرکا بہ)
اور انھین وجوہات در روایت کی بنا پر حضرت امام احمد بن حنبل سے
بوسہ ممبر و بوسہ قبر نبوی حصول برکت کیلئے منقول ہے۔

سمہودی وفاء الوفا جلد ۲ ص ۴۴۳ مین فرماتے ہین ۔

قال العز فی کتاب العلل والسوالات لعبد اللہ بن احمد عن ابیہ روایۃ علی بن الصوف قال عبد اللہ سألت ابی عن الرجل یمس منبر رسول اللہ صلعم و یتبرک بمسہ ویقبلہ ولیفعل بالقبر مثل ذلک رجاء ثواب اللہ تعالیٰ ۔ قال لا باس بہ ۔

یعنی عز بن جماعہ فرماتے ہین کتاب العلل عبد اللہ ابن احمد بن حنبل مین ہے کہ وہ فرماتے ہین مین نے اپنے والد سے پوچھا اگر کوئی آدمی ممبر شریف کو مس کرے یا اسے چومے بہ نیت تبرک یا قبر مبارک کو بوسہ دے بہ نیت ثواب ۔ تو آپ نے فرمایا کچھ مضائقہ نہین ۔

حضرات ! امام احمد بن حنبل باتباع عبد اللہ بن عمرو دیگر صحابہ کرام آثار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تو اسقدر عظمت کرتی ہین اور محمد بن عبد الوہاب جو اپنے آپکو حنبلی کہتا ہے وہ اس تعظیم و بوسہ قبر کو کفر و شرک کہتا ہے ۔ اسی سے سمجھ لینا چاہیئے کہ حنبلیت کا دعوی محض افترا ہے یہ ابن عبد الوہاب درحقیقت اپنے اقانیم ثلثہ ابن تیمیہ و ابن قیم و ابن عبد الہادی کے مقلد و غاشیہ برداروں مین ہے ۔ اسلئے کہ اول من قاس تقبیل القبور علی عبادۃ الاصنام ھو ابن تیمۃ ومن بعدہ وحذو حذوہ فی تکفیر العلماء الکرام ۔

اور اس بوسہ قبر مین علماء محدثین ونقاد متبحرین نے بارہا انکو زک دی ہے اور امام احمد کا قول علامہ ابن تیمیہ کے سامنے پیش کیا گیا ہے مگر وہ اپنی ضد سے نہ ہٹے۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری جلد ۴ صفحہ ۶۰۷ مین فرماتے ہین۔

میرے استاذ علامہ حافظ شیخ زین عراقی محدث جلیل القدر ارشاد فرماتے ہین:۔ واخبرنی الحافظ ابو سعید بن العلائی قال رایت فی کلام احمد بن حنبل فی جزء قدیم علیہ خط ابن ناصر وغیرہ من الحفاظ ان الامام احمد سئل عن تقبیل قبر النبی صلعم وتقبیل منبرہ فقال لا باس بذلک فاریناہ للشیخ ابن تمیمہ نصار یعجب من ذلک ویقول عجبت احمد عندی جلیل یقولہ ھذا کلامہ او معنی کلامہ قال وای عجب فی ذلک وقد روینا عن الامام انہ غسّل قمیصًا للشافعی وشرب الماء الذی غسلہ بہ واذا کان ھذا تعظیمہ لاھل العلم فکیف بمقادیر الصحابہ۔ وکیف باثار الانبیاء علیھم الصلوۃ والسلام وما احسن ما قال مجنون لیلی۔

امر علی الدیار دیار لیلی اُقبّل ذا الجدار وذا الجدارا

وما حب الدیار شغفن قلبی ولکن حب من سکن الدیارا

اور یہ مذاکرہ و مکالمہ اسقدر مشہور ہے کہ علامہ مقری مالکی نے اپنی کتاب "فتح المتعال" بصفۃ النعال مین بھی بجنسہ اسکو نقل کیا ہے صفہ ۱۸ نسخہ قلمی لائبریری پٹنہ۔

اور مین یہ بھی بتانا چاہتا ہون کہ حافظ ابن ناصر جنکے دستخط اس فتوی امام احمد پر تھے۔ یہ بزرگ اکابر حنابلہ اور استاد ابن جوزی محدث ہین۔ (تذکرۃ الحفاظ جلد ۴ صفہ ۹۴) دیکھو۔

اور علامہ مقری مالکی نے اس نقل مذاکرہ کے بعد یہ بھی لکھا ہے کہ امام احمد کا یہ قول اس روایت سے ماخوذ ہے جسے وہ مسند مین روایت کرتے ہین۔ کہ حضرت ابو ایوب انصاری نے قبر مبارک حضور صلے اللہ علیہ وسلم پر اپنا منھ رکھا تو مروان نے انکی گردن پکڑی۔ انھون نے فرمایا مین پتھر کے پاس نہین آیا ہون حضور اقدس کے پاس آیا ہون۔

یہ روایت مسند امام احمد جلد ۵ صفہ ۴۲۳ مین ہے۔ اور محدثین اسکو حسن بتاتے ہین۔ خلاصۃ الوفا صفہ ۶۴ رواہ احمد بسند حسن۔ اور علامہ محدث ہیثمی نے مجمع الزوائد مین اسکی رواۃ کو پرکھ لیا ہے۔ اور باب یون قائم کیا ہے باب وضع الوجہ علی قبر النبی صلعم۔ اور سمہودی و علامہ ابن حجر مکی و امام سبکی نے بھی اس حدیث کے طرق کو بیان کیا ہے

درنظم ووفاءالوفا وشفاءالسقام وغیرہا دیکھنا چاہیئے۔

ابن تیمیہ بحرِ عظم کہلاتے ہین۔ بحر فکر مین غوطہ لگا کر اپنی کتاب

صراط مستقیم مین یون ابھرے۔

قال ابو بکر الاثرم قلت لابی عبداللہ احمد بن حنبل قبر

النبی صلعم یمسّ ویتمسح بہ قال ما اعرف ھذا۔ یعنی ابو بکر بن

اثرم کہتے ہین کہ مین نے امام احمد سے پوچھا کہ حضور صلعم کی قبر مبارک کا

چھونا درست ہے آپ نے فرمایا مین اسے نہین جانتا۔

ابن تیمیہ اثرم سے ۳-۴ سو برس بعد تو عالم ظہور مین آئے مگر

بلا سند اثرم کا قول پیش کرتے ہین گویا انسے اثرم عالم منام وخیال مین

یہ کہ گئے ہین اور اندہی تقلید کو خدا غارت کرے ابن قیم اغاثۃ اللھفان

مین اور علامہ شاتم الکل اپنی کتاب صارم منکی مین اسی قول بلا سند کو بار بار

اعادہ کرتی ہین اور اسی طریقہ انکا یہ کے مجدد محمد بن عبدالوہاب اور اونکے

ذریات ما اعرف ھذا سے بوسہ قبر کا کفر وشرک ہونا ثابت کرتے ہین

قاتل اللہ المشتکی من صیعا تھم واعوذ بہ من ھمزاتھم ولمزاتھم

حضرات۔ امام احمد کا وہ قول جو انکے صاحبزادہ کے کتاب العلل سے

مستند ہو اور حفاظ حدیث ایمہ حنابلہ کی تصحیح اسپر ہے کیا اسکا مقابلہ قول

بلا سند سے ہو سکتا ہے۔

لا یقوله الامن کان فی عقله شیٔ او کان سیئی العقل فافهم۔

اور اگر ہم اس قول بلا سند کو مان بھی لین تو ائمہ نجدیہ کے شرک وکفر کا دعویٰ اس سے کیونکر ثابت ہوا امام احمد تو فرماتے ہین۔ ما اعرف ھذا۔ اسکے معنی کہنا کہ یہ شرک ہی۔ عربی زبان کا تو یہ ترجمہ ہو نہین سکتا اور نجدی تیمی وتیمی زبان سے امام احمد واقف نہ تھے۔ اسلئے کہ یہ زبان انکے پانسو برس کے بعد پیدا ہوئی ہے جسکی بدعت سیئہ ہونے مین کوئی شک نہین

الغرض بوسہ قبر کو کفر وشرک کہنا محض خرافات ہی۔ ائمہ فقہائے اربعہ سے جنکو عبداللہ بن عمر وغیرہ صحابہ کے آثار پہونچ گئے ہین وہ اسکو لا باس بہ کہتے ہین۔ اور جنکو یہ آثار نہین پہونچے ہین وہ اسے مکروہ کہتے ہین ولکل وجھۃ ھو مولیھا۔

حنفیہ مین حضرت ابو حنیفہ ومحمد وابو یوسف وغیرہم سے کوئی قول نفیاً یا اثباتاً منقول نہین۔ لیکن اصول حنفیہ مین چونکہ آثار صحابہ بھی قابل اعتنا ہین اسلئے ایک جماعت اسمین کوئی کراہت نہین سمجھتی اور جن کو ان آثار سے خبر نہین وہ اسے مکروہ بتاتے ہین۔ ہمارے فتاوے متاخرین مین مشایخ سے دونون طرح کے اقوال منقول ہین۔ معاذ اللہ کفر وشرک کسی نے نہین کہا۔ کفر وشرک قبیح لعینہ ہے نہ وہ مامور بہ ہوتا ہی نہ اسکے فعل وجواز کو کبھی کوئی مسلمان کہہ سکتا ہے۔ اور آثار صحابہ کو کفرو

شرک کہنا گستاخانہ الحاد ہے۔

اب مین پھر اصل مبحث شعائر اللہ اور تعظیم آثار نبی صلے اللہ علیہ وسلم

اور انکے متبرکات سے برکت حاصل کرنیکا ذکر کرتا ہون۔

صحابہ کرام حضرت صلعم کی ہر چیز سے برکت حاصل کرتے تھے آپکے

لعاب دہن و غسالہ و پسینہ وغیرہ سب متبرک سمجھے جاتے تھے۔ صحاح و سنن

ان روایات سے مملو ہین۔ امام محمد بن اسمٰعیل بخاریؒ نے اپنی کتاب

الجامع الصحیح مین ایک باب قائم کیا ہی جلد اول صفہ ۴۳۸۔

باب ما ذکر من درع النبی صلعم و عصاہ و سیفہ و قدحہ

و خاتمہ۔ و ما استعمل الخلفاء بعدہ من ذلک مما لم تذکر

قسمتہ۔ و من شعرہ و نعلہ و آنیتہ مما یتبرک فیہ اصحابہ

وغیرہم بعد وفاتہ صلعم۔

یعنی اس باب مین حضرت کی زرہ عصا تلوار، پیالہ اور مہر کا ذکر ہے

اور جسکو خلفا نے حضرت کے بعد استعمال کیا اور وہ بطور ترکہ تقسیم نہوا۔ اور

اسمین مذکور ہے حضرت کے موئے مبارک اور نعلین شریفین اور برتن کا جس سے

اصحاب اور اونکے بعد کے لوگ تبرک حاصل کرتے تھے۔

یہ تبرکات صحابہ بحفاظت تمام نہایت ہی عظمت سے اپنی پاس

رکھتے تھے اور لوگونکو اسکی زیارت کراتے تھے۔ موی مبارک اور کپڑے کو

پانی مین ڈالکر اسکا غسالہ لوگونکو پلاتے اور اس ذریعہ سے صحت و شفا خدا سے چاہتے۔

حضرت ام المومنین عائشہؓ کے پاس حضرتؐ کا لبادہ تھا وہ لوگون کو زیارت کراتی تھین۔ اور فرماتین کہ حضور کے انتقال کے وقت بھی زیب تن تھا۔ الفاظ بخاری یہ ہین۔

اخرجت الینا عایشة کساءً ملبدا۔ صفہ ۴۳۸ بخاری

اور حضرت انس کے پاس نعلین شریفین تھین اُسکی بھی لوگون کو زیارت کراتے اور فرماتے یہ حضور کے نعلین ہین۔

اخرج الینا انس نعلین جردا وین صفہ ۴۳۸

اور حضرت عبداللہ بن سلام کے پاس حضور صلعم کا ایک قدح یعنی پیالہ تھا وہ اسمین لوگون کو برکت کیلئے پانی پلاتے تھے۔

قال ابو بردة وقال لی عبد الله بن سلام الا اسقیك فی قدح شرب النبی صلعم فیه ۹ صحیح بخاری جلد ۲ صفہ ۸۴۲

پھر اس پیالہ کو عمر بن عبدالعزیز نے تبرک کیلئے رکھ لیا۔

اور حضرت ام المومنین ام سلمہ کے پاس حضرتؐ کی موئے مبارک تھے جب کوئی بیمار ہوتا تو وہ اسے پانی مین ڈالکر اسکا غسالہ پلاتین بہ نیت شفا۔

بخاری جلد ۲ صفہ ۸۷۵

عینی شرح بخاری جلد ۱۰ صفحہ ۲۸۷ مین اسکی تفصیل یون فرماتے

ہین وکان الناس عند مرضهم یتبرکون بها فیشربون

الماء الذی فیه الشعر فیحصل له الشفا۔

الغرض جب حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب چیزین متبرک

ہین پھر حضور کی قبر مبارک کیون متبرک نہوگی ضرور وہ بھی برکت بخش

وشفا بخش ہوگی۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت ابو ایوب نے اسپر اپنا منہہ رکھا اور مروان سے

کہا کہ مین پتھر کے پاس تھوڑا ہی آیا ہون گویا اس قبر کا قرب درحقیقت

قرب رسول تھا۔ اور گویا وہ حضرت کے قدم پر اپنا منہہ رکھے

ہوے تھے۔ اور ابن منکدر سے منقول ہے کہ جب انھین مرض صمات

ہوجاتا تو وہ قبر مبارک پر اپنا منہہ رکھتے اور فرماتے اس ذریعہ سے

طلب شفا کرتا ہون۔

اور کوئی تعجب نہین جب صحابہؓ کے قبور سے استفادہ واستشفا

کیا گیا تو پھر حضور کے یہان بطریق اولی ایسا ہونا چاہیئے۔

امام شافعی نے امام ابی حنیفہ کی قبر سے جب تبرک چاہا اور انکے توسط

سے قضای حاجات چاہی تو پھر سید القبور سے کیون نچاہا جاوے گا۔

اور جب بقول حافظ علائی۔ (استاذ حافظ ذہبی) امام شافعیؒ

کی قمیص کو دھو کر امام احمدؒ نے اسکا غسالہ پیا تو پھر صحابہ و اہلبیت کے برکات کے ساتھ ایسی عظمت نہ کیون کیجائے۔

اسی سلسلہ مین امام الدنیا فی الحدیث محمد بن اسماعیل بخاری کے مزار اقدس کا واقعہ بھی قابل غور ہے۔ آپکے حالات مین تمام شراح بخاری و ثقات محدثین و مورخین لکھتے ہین کہ انکے قبر مبارک سے خوشبو آیا کرتی تھی اور عوام بنسبت تبرک اسکی مٹی لیجایا کرتے تھے۔ امام موصوف کی رحلت سنہ ۲۵۶ھ مین ہوئی تھی عباسی سلطنت کا زمانہ تھا محکمہ قضا و احتساب سب موجود تھے مگر کسی نے بھی لوگون کے اس فعل کا احتساب نہ کیا یہ صاف دلیل ہے کہ یہ فعل انکا مستحسن اور قابل تقلید تھا اور یہی سلف صالحین کا دستور رہا مگر وائے برحال پیشوائے نجدیت کے انکے نزدیک قبر پر ہاتھ رکھنا ہی شرک و کفر و بدعت ہے۔ ایک اگلے زمانے کے محدثین تھے اور ایک ہمارے نوخیز مدعیان اہلحدیث ہین اور قامع بدعت نواب صدیق حسن خانؒ بھی اس واقعہ قبر بخاری کا ذکر اتحاف النبلا مین فرماتے ہین اور اسکے بدعت ہونے کے متعلق کوئی حکم صادر نہین فرماتے اسیطرح امام نووی کے دار الحدیث مین جب امام سبکی تشریف لیگئے تھے تو اپنا رخسار وہان کی سرزمین پر رکھتے اور یہ شعر پڑھتے ؎

لعلی ان امس بحر وجہی مکانا مسہ قدم النواوی

اگلے محدثین کے یہ اداب تھے۔

ضروری گذارش

اس رسالہ سے فراغت ہوئی ہی تھی کہ بعض احباب کا سخت اصرار ہوا کہ اسی رسالہ مین " بنا رعلی القبور" کی بھی تھوڑی بحث لکھ ڈالو - ہر چند خاطر مضامین کا عذر پیش کیا لیکن سب بے سود ٹھہرا - آخر کار جسقدر خاص اپنے مضامین اخبارات مین شائع ہو چکے تھے انھین یکجا کیا جن مین سے بعض کے تلف ہو جانے کا بہت افسوس ہوا - الغرض جو کچھ خاص اپنے مضامین دستیاب ہو سکے انکو شروع سے آخر تک پڑھنے کے بعد مشترکات کو علیحدہ کر دیا مشتبہات کو نکالدیا بعض ضروری معلومات (مثلاً ترجمہ وغیرہ) کا اضافہ کیا اور ان سبکو ملا کر ایک ہی مضمون کی صورت قائم کر دی جو ناظرین کے پیش نظر ہے - یہ کام اسقدر عجابت کے ساتھ ہوا ہے کہ گویا نظر ثانی کا بھی موقعہ نہ مل سکا -

لہذا بعض غلطیون کا رہ جانا بعید از قیاس نہین

بناءعلی القبور

آجکل اخبارون مین بنارعلی القبور کا مسئلہ بہت شائع وذائع ہورہا ہے
ایک طرف تو پاسداران ملت نجدیہ اسے حرام اور واجب الانہدام بتاتے
ہین اور دوسری طرف ایک جماعت کثیرہ اسے مستحسن قرار دیتی ہے اور
اسکے انہدام کو اہل قبور کی اہانت سمجھتی ہے۔ مین چاہتا ہون کہ جو لوگ
بنارعلی القبور کو ناجائز سمجھتے ہین۔ انکے دلائل کے جواب روایات مذہبی
اور حکایات تاریخی سے دیدون تاکہ وہ اپنے شبہہ کا خود ہی ازالہ کرین۔
سب سے پہلے جب ہم قرآن مجید پر نگاہ ڈالتے ہین تو اسکے ہر ورق
بلکہ ہر سطر کو "تحریم بنارعلی القبر" سے خالی پاتے ہین۔ بلکہ قرآن مجید کی آیتون
سے آثار قدیمۂ متبرکہ کی تعظیم وتکریم مترشح ہوتی ہے جسکا ذکر تشریح کیا تھا
اپنے رسالہ "تلقین حق" مین کرچکا ہون۔ لہٰذا اب ہمین حدیث رسول اور
سنت صحابۂ کرام کی جانب متوجہ ہونا چاہیئے۔ اگر یہان بھی کچھ فیصلہ
نہ ہوسکے تو تابعین وتبع تابعین اور پھر فقہائے محققین کی طرف رجوع
کرنا چاہیے۔ اگر قرون اولی ہی سے اس مسئلہ کا خاتمہ کردیا جائے تو غالباً
اور نیچے اترنے کی ضرورت نہ ہوگی لیکن نہین مین چاہتا کہ حسب خیال کا ہم

وہ اسی خیال سے دیکھے ۔ قرآن سے، حدیث سے، صحابہ کرام سے تابعین
وتبع تابعین سے اور فقہائے محققین سے، غرض یہ ہے کہ جس پہلو سے
چاہے دیکھ لے اور "بناء علی القبور" کے مسئلہ کی شرعی حیثیت اور اسکے
ہدم کی مذہبی نوعیت اسکے ذہن مین آجائے۔

اسکی دو صورتین ہین ۔ ایک تو یہ کہ جتنی دلیلین آج تک "بناء
علی القبور" کے عدم جواز کی پیش کیگئی ہین ان کا صحیح مفہوم سمجھاکر الگ الگ
جواب دئے جائین ۔ اور دوسرے یہ کہ اس صورت سے قطع نظر کرکے فقط
"بناء علی القبر" کے جواز کے دلائل پیش کردئے جائین جن مین ان کے
اعتراضات کا خود بخود جواب بھی ہو جائے اور جواب کے سوا اور براہین جواز
بھی معلوم ہو جائین ۔ مین نے سردست عجلت مین یہی دوسری صورت اختیار
کی ہی جس مین اعتراضات کا جواب اسکے علاوہ اور دلائل پھر مسلک صحابہ
وتابعین وتبع تابعین وفقہائے محققین سب مختلط ہین ۔ البتہ اتنا
ضرور کیا ہے کہ بعض ان دلائل کے جواب علیٰحدہ علیٰحدہ مفصل دیدئے
گئے ہین جن پر پرستاران نجد کی تکفیر کا دارومدار ہے۔

پہلی دلیل جو بناء علی القبر کو حرام بتانے والے حضرات پیش کرتے
ہین یہ ہے کہ "لا یبنی علیہ" یعنی قبر پر کوئی عمارت نہ بنائی جائے
اس حدیث کے صحیح ہونے مین کوئی شک نہین لیکن جن وجوہ کی بنا پر

بناء علی القبر کو جائز کہنا صحیح ہے وہ یہ ہین بنظر غور ملاحظہ ہون :-

(۱) "لا یبنی علیہ" کا ایک واضح مفہوم رسالہ "تلقین حق" مین بیان کر دیا گیا ہے ۔ اسکے معنی یہ نہین کہ قبر کے چارون طرف کوئی عمارت یا کوئی مسجد نہ بنائی جائے بلکہ یہ مقصد ہے کہ نفس قبر پر کوئی عمارت یا مسجد نہ بنائی جائے ۔ ورنہ آگے کے جو الفاظ ہین اُنکے بھی وہی معنی لینے چاہئین یعنی "لا یقعد علیہ" کا مطلب یہ لینا چاہیے کہ قبر کے پاس بھی نہ بیٹھو ۔ الخ

پرستاران نجد کا یہ ایک قدیم دستور ہے کہ اپنے مطلب کا لفظ اڑا لیتے ہین اور باقی کو پس پشت ڈالدیتے ہین ۔ ایک بزرگ جنھون نے "ولا قبرا مشرفا الا سویتہ" کو قبرون کے زمین سے برابر کر دینے کی دلیل بنایا ہے انہی بزرگ نے قبل کے جملہ "ان لا تدع تمثالا الا طمستہ" کا بالکل لحاظ نہین کیا اور اپنے ایک ماہوار پرچہ مین تصویرون کے جواز کو طرح طرح سے ثابت کیا ہے ۔ بہر حال وہی معنی لئے جائین یا نہین اختیار ہے ۔

اب بناء علی القبور کے بارے مین صحابہ کرام و اہلبیت اطہار و تابعین اخیار کے مذاہب بہ تفصیل بتانا چاہتا ہون ۔ مگر پہلے "قبہ اور بناء" کے معنی سمجھ لینا چاہیے ۔ عینی شرح بخاری جلد ۴ صفحہ ۱۴۹ مین لکھتے ہین قال الجوهری القبۃ بالضم البناء والجمع قبب" یعنی قبہ بناء کو کہتے ہین ۔ اب رہے بناء کے معنی تو اسے ابن اثیر نے نہایہ جلد اول صفحہ ۱۱۶ مین تحریر کر دیا ہے

کہ: "البناء واحد الابنیۃ وھی التی تسکنھا العرب فی الصحراء فمنھا الطراق والخباء والبناء والقبۃ والمضرب" انتھی۔

غرض یہ ہے کہ ہر وہ شے جس مین سکونت ہو بنا ہی۔ خواہ مٹی کی ہو یا کپڑے کی، پھونس کی ہو یا بال وبر کی لوہے کی ہو یا چمڑے کی اس معنی کو خوب ذہن نشین کر لینے کے بعد صحابۂ کرام کے مذاہب و مسالک اس بارے مین بغور ملاحظہ ہوں۔

عینی محدث حنفی شرح بخاری جلد ۴ صفحہ ۱۴۹ مین تحریر فرماتے ہین "قال ابن بطال ضربت القبۃ علی الحسن وسکنت فیھا وصلیت فیھا فصارت کالمسجد واورد ذلک البخاری دلیلا علی الکراھۃ وکرہ احمد ان تضرب علی القبر فسطاطا واوصی ابراھیم مرۃ ان لا تضربوا علی فسطاطا وقال ابراھیم ضربہ علی قبر المرأۃ افضل من ضربہ علی قبر الرجل۔ وضرب عمر رضی اللہ عنہ علی قبر زینب بنت جحش رض قال ابن التین وممن کرہ ضربہ علی قبر الرجل ابن عمر رض وابو سعید وابن المسیب۔ وضربت عائشۃ رض علی قبر اخیھا فنزعہ ابن عمر رض وضربہ محمد بن الحنفیۃ علی قبر ابن عباس وقال ابن حبیب اراہ فی الیوم والیومین والثلاثۃ واسعا اذا خیف من نبش او غیرہ"

خلاصہ یہ ہے کہ ابن بطال کی اس باطل شکن روایت سے حقیقت بے نقاب ہوگئی۔ صحابہ کرام مین حضرت عمرؓ اور حضرت عائشہؓ اور تابعین مین حضرت محمد بن حنفیہؓ اور فاطمہ بنت حسینؓ بنا علی القبور کے جواز کے قائل بلکہ فاعل ہین۔ اور کراہتہ کے قائل صحابہ کرام مین حضرت عبد اللہ بن عمرؓ اور حضرت ابو سعید خدریؓ اور تابعین مین حضرت سعید ابن المسیبؒ ہین۔ جو شخص فن حدیث و رجال سے واقف ہے اور درایت کو ہاتھ سے نہین دیتا وہ خوب سمجھ سکتا ہے کہ اس موقعہ اختلاف پر ترجیح کس طرف کے لوگون کو دینی مناسب ہے۔

ناظرین کرام! حضرت عمرؓ اور حضرت عائشہؓ ہی نہین بلکہ حضرت امیر المومنین عثمان غنیؓ اور حضرت عقیل بن ابی طالبؓ بھی عملی طور سے بنای علی القبور کے جواز کے قائل ہین۔ ذرا طبقات ابن سعد جلد ہشتم صفحہ ۸۰ کی یہ عبارت بغور ملاحظہ ہو۔

اخبرنا محمد بن عمر حدثنا صالح بن جعفر عن محمد بن عقبۃ عن ثعلبۃ بن ابی مالک قال رایت یوم مات الحکم بن ابی العاص فی خلافۃ عثمان ضرب علی قبرہ فسطاط فی یوم صائف فتکلم الناس فاکثروا فی الفسطاط فقال عثمان ما اسرع الناس الی الشر واشبہ بعضھم ببعض اُنْشِدُ اللہ من حضر نشد نی

هل علمتم عمر بن الخطاب ضرب علی قبر زینب بنت جحش فسطاطا قالو نعم قال فهل سمعتم عائبًا قالو لا -

جس پردے مین حقیقت روپوش تھی الحمد للہ کہ اب وہ اُٹھتا جاتا ہے اور اس روایت نے حقیقت کا آئینہ سامنے لاکر رکھدیا سبحان اللہ حضرت عثمان رض نے حضرت عمر رض کے اس فعل کا جسپر کوئی عیب لگانے والا بھی نہ تھا پورا پورا اتباع کرتے ہوئے قبر پر بنائے فسطاط کی اور لوگون کی حجت یون پر فرمایا کہ لوگ شر کیجانب کسقدر جلد کھنچ آتے ہین -

ابھی اسی پردہ خفا کے چند تار باقی ہین جس مین حقیقت مستور تھی مگر ان تارہائے حاجب کو بھی علامہ سمہودی محدث کی یہ عبارت باقی نہین رکھتی کہ وترجم بن شبة لقبر ام حبیبة زوج النبی صلی اللہ علیه وسلم ثم روی عن زید بن السائب قال اخبرنی جدی قال لما حفر عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنه فی داره بئرًا وقع علی حجر منقوش مکتوب فیه قبر ام حبیبة بنت صخر بن حرب فدفن عقیل البئر وبنی علیه بیتا فدخلت ذلک البیت فرایت فیه ذالک القبر" - (دیکھو وفاء الوفا جلد ۲ صفحہ ۹۸)

درحقیقت یہ روایت بھی ارباب فہم کیلئے ایک درس عبرت ہے پہلی شئے جو اس روایت سے ثابت ہوتی ہے وہ صحابہ کرام ہی کے وقت سے

کتابت علی القبر کا دستور ہوتا ہے (چنانچہ حضرت علیؓ کی آرامگاہ کا بھی یونہی
پتہ چلا تھا جو کسی مضمون میں لکھ چکا ہوں) دوسری بات جو یہ روایت
ثابت کرتی ہے۔ وہ صحابہ کرام کا بناء علی القبر کرنا اور قبر کو باقی و نمایاں رکھنا
ہے۔ تیسرا امر جو اس سے مترشح ہوتا ہے وہ ایک تابعی کا زیارت
قبر کو جانا ہے۔

اب تمام ناظرین کرام دیانت و انصاف کا آئینہ سامنے
رکھکر فرمائیں کہ اگر آپکے سامنے دو جماعتیں ہوں جسکی ایک جماعت میں
امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ
عنہا امیر المومنین حضرت عثمان غنیؓ سیدنا حضرت عقیل بن ابی طالب
رضی اللہ عنہما ہوں اور دوسری جماعت میں سیدنا حضرت عبداللہ بن عمرؓ
اور سیدنا حضرت ابو سعید خدریؓ ہوں تو کس جماعت کی رائے آپکے
خیال میں زیادہ وزن رکھے گی؟

یہ طبقۂ صحابۂ کرام تھا۔ اب اُن اجل تابعین کے مسلک پر غور
کیجئے جو اہلبیت رسولؐ ہونے کا بھی شرف رکھتے ہیں۔ آپ کو ان دلایل
مذکورہ سے خوب معلوم ہو چکا ہو گا کہ اس طبقہ ثانیہ میں محمد بن حنفیہؓ اور
فاطمہ بنت حسینؓ جواز بناء علی القبور کے قائل و فاعل ہیں اور عدم جواز
بنا کا اس طبقۂ اہلبیت میں کوئی قائل نہیں اب دیگر تابعین کرامؓ کے

رہب پر نظر غور ڈالئے تو معلوم ہوگا کہ یہ روایتین صاف بتا رہی ہین کہ
حضرت ابن السائب رضؓ جواز بناء علی القبور کے قائل ہین اور حضرت
ابن المسیب فقط اسکی کراہیۃ کے ۔ ورتحریم کا کوئی بھی ان مین قائل نہین ۔
اب ان امور کے پیش کرنے کے بعد فیصلہ دیانت دارون اور منصف
مزاجون کے ہاتھ مین ہے کہ وہ اسے خواہ روا و جائز قرار دین یا شرک و
کفر کہین حقیقت تو یہ ہے کہ ان روایات صریحہ کے بعد بھی اگر کوئی بناء
علی القبور کو بالکل غیر جائز اور قطعی حرام کہے اور نہی بناء کی حدیث کو غایت
الامر کراہت تنزیہی پر محمول نہ کرے اور اسے مصلحت وقت کیلئے نہ مانتے
ہوئے قطعاً تحریمی قرار دے، تو اس سے بڑھ کر دریدہ دہن، گستاخ،
بے ادب اور غیر مہذب کون ہو سکتا ہے اور یہ اسلئے کہتا ہون وہ شخص ایسے
جلیل القدر صحابۂ کرام اہلبیت رسول ؐ اور تابعین کبار (رضوان اللہ
تعالی علیہم اجمعین) پر ارتکاب فعل حرام کا الزام لگاتا ہے (معاذ اللہ من
ذالک) یا عیاذاً باللہ انھین نہی بناء کی حدیث سمجھنے سے قاصر سمجھتا ہے
نعوذ باللہ ایسے اور اتنے صحابۂ کرام و اہل بیت اطہار و تابعین کبار سے
کسی فعل حرام کا ارتکاب کیا کوئی عقل سلیم تسلیم کر سکتی ہے ؟
نیز حضرت علی بن ابی طالب رضؓ کی حدیث " ولا قبراً مشرفاً الا سویتہ "
کا مفہوم اگر یہی ہوتا کہ دنیا بھر کے تمام قبور بلا امتیاز مٹا کر زمین سے برابر

گردئے جائین تو عقیل بن ابی طالب رض محمد بن علی بن ابی طالب رض اور فاطمہ بنت حسین بن علی رض کیا اسکا یہی مفہوم سمجھنے سے معاذ اللہ قاصر رہے ؟ اگر اسکا یہی مفہوم ہوتا جیسا کہ سمجھا گیا ہے تو سب سے پہلے اسے محمد بن حنفیہ رض اور فاطمہ بنت حسین رض اور عقیل بن ابی طالب سمجھتے کیونکہ "اہل البیت ادری بما فیہ" لیکن کسی نے بھی اسکا یہ مفہوم نہ پیدا کیا جو آجکل حامیان نجد پیدا کر رہے ہین۔

تعجب تو یہ ہے کہ جب اُنھین ان احادیث کا صحیح مفہوم سمجھاؤ تو فوراً ہی بگڑ کر اعتراض کر بیٹھتے ہین کہ تم الفاظ ظاہرہ حدیث کی تاویل کرتے ہو لیکن جب انہی کے سامنے حدیث نجد "ھناك الزلازل والفتن وبها يطلع قرن الشيطان" پیش کرو تو تاویل حدیث کے میدان مین سب سے آگے دوڑنے والے یہی ہوتے ہین۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

اور سخت تعجب تو اسپر ہے کہ جس سرزمین کے متعلق نص قطعی سے یہ ثابت ہے کہ وہان کے لوگون مین "غلظ القلوب والجفاء" ہے وہان کے لوگ تو سچے مومن اور پکے متبع سنت کہے جائین اور جس خطۂ زمین کے بارے مین قطعی نص یہ کہہ رہی ہو کہ وہان کے لوگ صاحب ایمان ہین انھین مشرک و کافر کہا جائے۔ افسوس!۔

پڑھو مسلم شریف کی یہ حدیث "عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم غلظ القلوب والجفاء فی المشرق والایمان فی اھل الحجاز"۔ حضرت جابر سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "سنگدلی اور باطل مشرق (یعنی نجد) مین اور ایمان اہل حجاز مین ہے"۔ اسکے کہنے کی ضرورت ہی نہین کہ مشرق سے مراد یقیناً وقطعاً سرزمین نجد ہی ہے اسلئے کہ امام بخاریؒ نے جہان "الفتنۃ من قبل المشرق" کا باب باندھا ہے وہان ذیل باب مین متعدد حدیثین لائے ہین کیسی حدیث مین مشرق کا لفظ ہے اورکسی مین لفظ نجد ہے۔ ارباب فہم اور اصحاب اصول حدیث وفقہ خوب سمجھتے ہین کہ لفظ نجد اس موقعہ پر لفظ مشرق کے اجمال کی تفصیل اور اسکا بیان ہونے کے سوا اور کچھ نہین الاحادیث یفسر بعضہا بعضًا ۔ والمطلق یحمل علی المقید - یہ قاعدے اصول حدیث وفقہ مین مسلم ہین - پس معلوم ہوا کہ جہان کے لوگ شقاوت و سنگدلی اور باطل پرستی مین ڈوبے ہوے ہین - اسکے حامی تمامتر پرستاران ملت نجدیہ اور جہان کے لوگ اصحاب ایمان ہین وہان کا احترام کرنے والے ہم اور ہماری جماعت ہے - ولکل وجھۃ ھو مولیھا - فمن شاء فلیومن ومن شاء فلیکفر -

دوسری دلیل مین وہ لوگ حضرت علیؓ کی وہ مرفوع حدیث "ولا قبرًا مشرفًا الا سویتہ" پیش کرتے ہین جسکا مقصد یہ بتاتے ہین کہ

کہ تمام قبرون کو زمین سے برابر کر دینا چاہیئے۔ چہ جائیکہ قبہ۔ جن امور کی بنا پر یہ حدیث قابل قبول نہین وہ یہ ہین۔ بغور ملاحظہ ہون۔

(۱) یہ حکم عمومی یعنی تمام قبور کے متعلق نہین بلکہ فقط مشرکین و کفار یا یہود و نصاریٰ کے قبور کے متعلق ہے۔ جو لاٹ کیطرح بہت بلند قبر بناتے تھے اسلیئے اس حدیث کی شرح مین مجمع البحار صفحہ ۱۶۱ مین نہایہ سے منقول ہے۔ وانما هو ارتفاع کثیر تفعله الجاهلیة۔ اور اگر ملیا میٹ کے معنی لئے جائین تو سرور عالمین صلعم کے بعد سے برابر قبور کے بلند ہونے کا رواج نہ ہوتا۔ آنحضرت صلعم کی قبر باکثریت محدثین مسنم (یعنی مثل کوہان شتر) تھی۔ اور صحابہ راشدینؓ یا کسی نے بھی اسے زمین سے برابر نہین کیا۔ سید الانبیاؐ کی تجہیز و تکفین و تدفین کے متولی حضرت علیؓ وغیرہ تھے۔ پھر اگر یہ حکم عمومی ہوتا تو حضرت علیؓ اسکے خلاف کرنے کی کیون جرأت فرماتے اور سید المرسلینؐ کی قبر مبارک کو اس حکم عمومی سے کس اصول کی بناء پر مستثنےٰ کرتے؟

(۲) صحاح و سنن مین صاف مذکور ہے کہ رسول خدا صلعم نے حضرت عثمان بن مظعونؓ کی قبر پر اپنے دست مبارک سے ایک بڑا پتھر وضع فرمایا تھا۔ صحیح بخاری (صفحہ ۱۸۲) مین یہان تک لکھدیا ہے کہ اسکی بلندی کا یہ حال تھا کہ اُسے پھاند جانے والا شخص سب سے زیادہ جوانمرد

سمجھا جاتا تھا۔ کیا حضرت علیؓ کے حدیث بیان فرمانے اور حضرت عثمان بن مظعونؓ کی قبر اونچی چھوڑ دئیے جانے مین تعارض نہین؟

(۳) اگر قبور کے زمین سے برابر کر دئیے جانے پر عمل صحابہؓ ہوتا تو کسی قبر کا نشان نہ باقی رہتا۔ لیکن عقل یہ بتاتی ہے کہ بہتیرے قبور کا نشان باقی تھا جسکی شناخت صحابہؓ خوب کرتے تھے۔ چنانچہ بعض صحابہ وصیت فرماتے تھے کہ مجھے فلان کی قبر کے پاس دفن کرنا۔

(۴) طبقات ابن سعد جلد ۳ صفحہ ۱۱ مین لکھا ہے "کانت فاطمۃ تاتی قبر حمزۃ ترمّہ وتصلحہ" یعنی حضرت فاطمہؓ حضرت امیر حمزہؓ کی قبر کے پاس (غالبًا بلکہ یقینًا بقصد زیارت) جایا کرتی تھین اور اسکی مرمت و درستگی فرماتین۔ اگر قبر زمین سے برابر ہی کر دیجاتی تو پھر اسکی درستگی ومرمت کیا معنی رکھتی ہے؟

ہان البتہ امتداد زمانہ سے کبھی بعض قبرون کی شناخت کہ کسکی ہے دشوار ہوجاتی ہے۔ لیکن جو لوگ مہتم بالشان ہوتے ہین انکی شناخت قبر کا بڑا عنوان برابر ہوتی رہتی ہے۔ چنانچہ شہدائے احد مین حضرت امیر حمزہؓ وعبداللہ بن جحش کی قبرون کو زائرین ہمیشہ سے پہچانتے رہے ہین سیرت کی معتبر کتاب بہجۃ المحافل مین لکھا ہے: "ولا یعلم قبور شہدائے اُحد معیناً غیر قبر ھما وعلیہما قبۃ عالیۃ" یعنی شہدائے

احد مین کسی کی قبر تخصیص کے ساتھ نہین معلوم ہوتی سوا قبر حضرت حمزہ رض و عبداللہ بن جحش رض کے اور ان دونون قبرون پر بلند قبہ ہے۔ اسکے علاوہ اور ایسی صدہا مثالین مل سکتی ہین۔

بہر حال اگر وہ معنی جو لا یبنی علیہ کے بتائے گئے ہین تسلیم نہ کئے جاتے تو حسب ذیل امور پر غور کیا جائے۔

یہ حکم ابدی و استمراری یا تعبدی نہین بلکہ مبنی بر مصالح زمانہ ہے اور مصالح ہمیشہ تغیرات زمانہ سے بدلتے رہتے ہین۔ ناداری و افلاس کے وقت احکام اور ہوتے ہین۔ اور دولتمندی و ثروت کے وقت اور کبھی سادگی اور کفایت شعاری مین مصلحت ہے۔ اور کبھی شان و شوکت کے اظہار مین "انما الاعمال بالنیات" ورنہ کوئی بتائے کہ صحیح بخاری و دیگر صحاح و سنن اور مسانید و معاجم مین جب مسجدون کو طول دینے، گچ کرنے اور سونے و چاندی سے مزخرف کرنے کی ممانعت صریحہ موجود ہے تو پھر آج تمام دنیا کی مسجدین کیون پختہ بنائی جاتی ہین۔ انکو کیون مزین کیا جاتا ہے۔ اور وہ کیون بلند و طویل بنائی جاتی ہین۔؟ مگر نہین حضرت عثمان رض کے زمانہ کی دولتمندی نے ان تمام باتون کو جائز قرار دیدیا اور صحابۂ کرام کو ماننا ہی پڑا۔

یہی وہ اصول تغیر مصالح ہے جسے بہیترے علمائے امت نے

بیان کیا ہے۔ حافظ ابن حجر فتح الباری جلد ا صفحہ ۵۴ مین فرماتے ہین :۔ "وھو قول ابی حنیفۃ اذا وقع ذالک علی سبیل التعظیم للمساجد" امام ابوحنیفہؒ بھی مسجد کے ان تکلفات کو جائز قرار دیتے ہین۔ بشرطیکہ اس کا مقصد تعظیم مساجد ہو۔

نیز امام محمدؒ جو مساجد کی ممانعت تجصیص وتزخرف کی حدیث سے خوب واقف تھے۔ اپنی کتاب مین انہی مصالح زمانہ یعنی شوکت اسلام وغیرہ کا لحاظ فرماتے ہوئے لکھتے ہین :۔ "ولا باس بان ینقش المسجد بالجص والساج وماء الذھب" یعنی مسجد کا نقش و نگار اگر گچ یا سونے کے پانی سے کیا جائے تو کوئی مضائقہ نہین۔

اور عینی محدث حنفی شرح بخاری جلد ۲ صفحہ ۳۹ مین کیا خوب علت جواز نقل فرماتے ہین کہ :۔

قال ابن المنیر لما شید الناس بیوتھم وزخرفوھا فانتدب ذلک ان یصنع ذلک بالمساجد صونا لھا عن الاستھانۃ یعنی ابن منیر نے یہ کہا کہ جب لوگون نے اپنے مکانات طرح طرح سے آراستہ کرنا شروع کیے تو مساجد کو اسی سادگی پر چھوڑ دینا انکی اہانت تھی لہذا مساجد کی آراستگی بھی جائز قرار دیدی گئی۔ اور بجنسہ یہی مجمع البحار جلد اول صفحہ ۵۹ مین بھی ہے۔

اور اسی اصول مصالح کو حضرت شیخ محدث عبد الحق دہلوی نے نہایت خوبی سے یون ظاہر فرمایا ہے "و بسا اعمال و افعال و اوضاع کہ در زمان سلف از مکروہات بودہ در آخر زمان از مستحسنات گشتہ" یعنی بہتیرے اعمال و افعال و اوضاع اگلے لوگون کے زمانے مین مکروہ تھے لیکن آخر زمانے مین وہی مستحسنات مین داخل ہو گئے۔

(شرح سفر السعادۃ صفحہ ۲۷۲)

ان تمام باتون سے معلوم ہوا کہ بناء علی القبور کی ممانعت بھی نہی تشیید مساجد کی طرح غیر تعبدی ہے۔ اور مصالح وقت اور نیتون پر مبنی ہے چنانچہ نہی النبی صلے اللہ علیہ وسلم عن تجصیص القبور والکتاب فیہا والبناء علیہا والجلوس علیہا" کے متعلق حاکم محدث نے مستدرک مین صاف صاف یون کہدیا کہ:۔ ھذہ الاسانید صحیحۃ ولیس العمل علیہا" یعنی اس حدیث کی اسانید تو صحیح ہین لیکن لوگون کا اسپر عمل نہین۔ پھر اسکی وجہ بیان فرماتے ہین فان ائمۃ المسلمین من الشرق الی الغرب مکتوب علی قبورہم وھو عمل اخذ بہ الخلف عن السلف" یعنی اس حدیث پر عمل نہ ہو کی صریح دلیل یہ ہے کہ شرق سے غرب تک ائمہ مسلمین کی قبرون پر کتبے موجود ہین اور یہ وہ عمل ہے جسے پچھلون نے اگلون سے لیا ہے

یعنی یہ کوئی نیا ایجاد واختراع نہین بلکہ اسلاف بھی اسپر عامل تھے۔)
مستدرک جلد اصفحہ ۳۷ دایرۃ المعارف۔

(۴) شیخ محدث دہلوی جو حدیث وفقہ دونون کے مبصر ہین ایک
معقول تمہید کے بعد فرماتے ہین "ودر آخر زمان بجہت اقتصار نظر
عوام بر ظاہر مصلحت در تعمیر وترویج مشاہد ومقابر مشائخ وعظما دیدہ
چیزہا افزودند تا از انجا ابہت وشوکت اہل اسلام وارباب صلاح
پدید آید" شرح سفر السعادۃ ص۲۷۲ سبحان اللہ شوکت اہل اسلام
ودبدبۂ بزرگان دین بذریعہ تعمیر مقابر ومشاہد کو کس خوبی سے
بیان فرمایا ہے۔

(۵) اسی اصول مصالح کو مدنظر رکھکر ملا محمد طاہر پٹنی صاحب مجمع البحار
ومغنی جیسے مشہور محدث صاف صاف کہتے ہین کہ "وقد اباح السلف
ان یبنی علی قبور المشائخ والعلماء والمشاہیر لیزورہم الناس
ویستریحوا بالجلوس فیہ" یعنی اسلاف نے مشائخ وعلماء ومشاہیر
کی قبرون پر عمارتین بنوائی جائز کی ہے تاکہ لوگ انکی زیارت
کرین۔ اور وہان بیٹھکر راحت قلبی حاصل کرین۔

(۶) اور اسی قاعدہ مصالح کی بنا پر فقہ حنفی کی مشہور کتاب
تنویر الابصار اور اسکی شرح در مختار مین جواز بناء علی القبر پر فتویٰ

دیا گیا صفحہ ۲۹۰ ولا یرفع علیہ بناء وقیل لا باس بہ وھو المختار
یعنی قبر پر بنا نہ کی جائے اور کہا جاتا ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں
اور یہی مختار (مفتی بہ) ہے۔

(۷) صاحب جامع الفتاوی اور صاحب احکام نے فرمایا ہے:
"لا یکرہ البناء اذا کان المیت من المشائخ والعلماء والسادات"
یعنی اگر صاحب قبر مشائخ یا علماء یا سادات سے ہو تو اسپر عمارت کا
بنوانا ممنوع نہیں۔

(۸) فتح المعین علی شرح ملا مسکین کے حاشیہ مین بھی
اسکو نقل کیا ہے جلد اول صفحہ ۳۶۲۔

(۹) فتاوی مجمع البرکات مین جو زمانہ عالمگیر مین تالیف
کی گئی یون کہا گیا ہے کہ "واما البناء فلا باس بہ عند البعض"
یعنی بناء علی القبر مین بعضون کے نزدیک کچھ حرج نہیں۔

(۱۰) کشف الغطاء صفحہ ۴۲ مین مطالب المومنین سے منقول ہے
کہ مباح کردہ اند سلف بنا را بر قبور مشائخ و علماء مشہورین تا مردم
زیارت کنند و استراحت نمایند بجلوس در آن واگر برائے زینت
کنند مکروہ است"

اسکے بعد انصاف کی بات یہ ہے کہ بناء علی القبر کے مسئلہ کو

اگر جائز نہ کہا جائے تو غایت سے غائت مختلف فیہ کہا جا سکتا ہے
حرام کہنا دراصل اتنے فقہاء و محدثین سے جنگ کرنا ہے۔ جو لوگ اسے
مکروہ "تحریمی یا تنزیہی" بتاتے وہ اسکی علت زینت و تفاخر کو قرار
دیتے ہین۔ جیسا کہ شرنبلالی۔ شامی، وطحطاوی وغیرہم نے
اسکی تشریح کی ہے۔ اور جو لوگ اس کے استحباب و جواز کے قائل
ہین وہ اسکی علت سہولت زائرین و قرار قرآن اور ابہت و شوکت اسلام
بتاتے رہین۔ اور مین بھی اسی کا قائل ہون۔ اسلیئے کہ ہر آئے دن
اسکا تجربہ ہوتا رہتا ہے۔ مین نے دیکھا ہے کہ خواجہ اجمیری کے
روضے کے پاس غیر مسلم بھی اگر اپنا جوتا یا ہیٹ اُتار لیتے ہین۔ یہ
شوکت بزرگان دین اور ابہت اسلام نہین تو کیا ہے میرا دعوی ہی
اگر مساجد کی شان و شوکت سے اسلام اور اہل اسلام کی شان و شوکت
ہے تو یقیناً اسیطرح مقابر و مشاہد کی بلندی و آراستگی سے بھی اسلام
اور اہل اسلام کی ابہت و رفعت ہوتی ہے۔ بہر حال زیادہ سے زیادہ
اس مسئلہ کو مختلف کہا جا سکتا۔ پھر کیا یہ مسئلہ مسلم نہین کہ جو مسئلہ
فقہاء مین مختلف فیہ ہوا سپر نکیر نہ کرنا چاہیئے؟ اگر ہو تو شیخ نجدی کا
یا اسکے متبعین ہندوستانی مولویون کا ہدم مقابر پر فتوی لگانا تعصب
مذہبی اور بربریت و وحشت ہے یا نہین۔ دراصل یہ وہی جبلی بربریت

ہے جسکی وجہ سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے نجدیون کیلئے باوجود اصرار دعائے خیر وبرکت نہ کی۔ اور فرمایا کہ ھھنا الزلازل والفتن (بخاری)

جہان اور دلیلین عدم جواز بنا کی بیان کی گئین اور انکا کافی جواب دیا گیا۔ وہان عمارت قبر کے حرام ہونے پر ایک نا قابل قبول دلیل اور بھی پیش کرتے ہین یعنی یہ کہ قرون اولی مین قبرین "لاطیہ" یعنی زمین کے برابر ہوتی تھین۔ اور بزرگان دین کی قبرین عمارات وقبب ومشاہد سے بالکل خالی تھین۔ اور اسکی ابتدا (یا ابتداع) پانچوین صدی سے ہوئی ہے مگر افسوس یہ ہے کہ یہ کل دعوی تاریخ وسیر کی کتابون پر خاک ڈالتا ہے اسلئے کہ۔

(۱) خود حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک کی تعمیر صحابہ وتابعین کے زمانہ مین ہوئی۔ جیسا کہ صحیح بخاری اور اسکے شروح اسپر شاہد ودال ہین۔

(۲) حضرت امیر المومنین علی مرتضی کی قبر مبارک فتنۂ خوارج کے باعث چھپادی گئی تھی۔ لیکن ہارون الرشید نے جبکہ وہ غری یعنی نجف اشرف کی طرف شکار کھیلنے جارہا تھا۔ ایک مقام پر ایک پتھر پایا۔ جسپر لکھا تھا "ھذا قبر علی بن ابی طالب" چنانچہ ہارون نے اسی مقام پر بطور یادگار ایک عمارت بنوائی۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ امام شافعی رح

موجود تھے۔ امام محمد و امام ابو یوسف کا محکمۂ احتساب پر کافی اقتدار و اختیار تھا لیکن کسی نے بھی اس عمارت کے توڑنے کا فتویٰ نہ دیا۔

یہ وہی مشہد مرتضوی ہے جسے پھر از سر نو عضد الدولہ دیلمی نے تعمیر کیا تاریخ ابن خلکان مین ہے :۔ "و بنی علیہ المشھد الذی ھناك وغرم علیہ شیئاً کثیراً"۔ خوب واضح رہے کہ عضد الدولہ کا انتقال ۳۷۲ھ مین ہوا ہے اور ہارون کا زمانہ دوسری صدی کا ہے پھر پانچوین صدی کا دعویٰ کسقدر غلط اور تاریخی چوک ہے"

(۳) علی ہذا القیاس مظلوم شہید کربلا کی قبر بھی قرن اول ہی مین فی الجملہ بلند تھی۔ زمین کے برابر نہ تھی۔ توابین۔ جنکے سردار حضرت سلیمان بن صرد خزاعی (صحابی رسول ص) تھے جب معافی قصور کیلئے اس قبر منور پہ گئے تو اس سے لپٹ لپٹ کر گریہ و بکا اور ماتم کیا۔ اس ہجوم و مجمع کی تشریح طبری اور ابن اثیر نے یون کی ہے۔
"فازدحم الناس علیہ (علی قبر الحسین) اکثر من ازدحامھم علی الحجر الاسود" یعنی لوگون کا اس قبر پہ ازدحام اس سے زیادہ تھا جو حجر اسود کے چومنے کے وقت ہوتا ہے واضح رہے کہ یہ واقعہ ۶۵ھ کا ہے۔ ائمہ دین کے مشاہد و مقابر پہ نیاز مندی و سر افگنی

مسلمانوں کا قدیم شیوہ تھا ولو کرہ الشیخ النجدی واتباعہ۔

پھر اس مشہد مقدس اور اسکے گرد و نواح تعمیر عمارات ہوئی کتاب اخبار الاوایل مین ہے کہ مشہد حسینی پر سب سے پہلی عمارت ابراہیم بن مالک اشتر نے بنوائی۔ پھر جب ازین کا ہجوم ہونے لگا تو متوکل خبیث نے ان تمام عمارات کو گروادیا۔ اور خاص قبر مطہر کو بھی کھدوادیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اسی کو جلال الدین سیوطی تاریخ الخلفا مین فرماتے ہین :۔ " وفی سنة ست ثلثاین (۲۶) امر بھدم قبر الحسین وھدم ماحولہ من الدوران "

ممکن ہے متوکل خبیث کے اس فعل کو مستحسن اور قابل صدآفرین قرار دیا جائے لیکن اس حادثہ جانکاہ سے عامۂ مسلمین پر کیا اثر ہوا۔ اسے جلال الدین ہی کی زبان سے سُنئے۔ فتألم المسلمون من ذالک وکتب اھل بغداد شتمہ علی الحیطان والمساجد :۔

تاللہ ان کانت امیة قداتت — قتل ابن بنت نبیھا مظلوما

فلقد اتاہ بنوابیہ بمثلہ — ھذا لعمری قبرہ مھدوما

اسفوا علی ان لا یکونوا شارکوا — فی قتلہ فتتبعوہ رمیما

یعنی تمام مسلمان متوکل خبیث کے اس فعل بد سے نہایت متاثر

ودردمند ہوئے اور اہل بغداد نے اس شقی و بدبخت کی ہجو دیوارون اور مساجد پر لکھدین۔

صاحبو! اگر قبور مشرفہ کا انہدام اور اسکا ملیامیٹ کرنا اور عمارات کو گرا دینا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر مین داخل ہے تو مسلمانان بغداد کا رنج و غصہ کیا معنی رکھتا ہے۔ محدثین کا اس واقعہ کو بیان کرنے کے بعد یہ کہنا کہ متوکل اہلبیت سے منحرف اور ناصبی طریقہ پر تھا۔ کیا اسبات کا ثبوت نہین کہ آل طاہرین کے مزارات کا انہدام اور اُن کی عمارتون کا مسمار کرنا دشمنان آل رسول و نوصب کا کام ہے؟

(۴) حضرت امام علی بن موسی الرضا سلام اللہ علیہما کی شہادت ۲۰۲ھ مین ہوئی۔ اور اسی زمانہ سے آپ کی قبر مبارک ممتاز و بلند پایہ رہی ہے۔ تیسری صدی مین اسپر عالیشان عمارتین قائم ہوگئین۔

اکابر محدثین اس آستانہ پر حاضر ہوکر دعائے صحت بیماران کیا کرتے اور فائز المرام ہوتے۔ جیساکہ کتاب الثقات ابن حبان اور تہذیب التہذیب حافظ ابن حجر مین ہے اور ایک مستقل رسالہ سماع موتیٰ" مین وہ عبارتین نقل کردی گئی ہین۔ یمین الدولہ غازی محمود

غزنوی رح نے چوتھی صدی مین اس مشہد مبارک کو پھر از سر نو درست
کیا۔ تاریخ کامل جلد ۹ ص ۱۳۹ ذکر محمود غزنوی مین ہے ا" وجدد
عمارۃ المشہد بطوس الذی فیہ قبر علی بن موسی الرضا
والرشید" یعنی محمود غزنوی نے عمارت مشہد مبارک کو جسمین
امام الرضا اور ہارون الرشید کی قبرین ہین از سر نو بنوایا۔
سبحان اللہ ہمارے غازی ممدوح کے یہ کارنامے ہین کہ
مشہد امام رضا کی تجدید کی اور ابو الوفا مولانا ثناء اللہ صاحب کے
غازی نامسعود کے یہ کارنامے کہ قبہ خاندان رسالت کو مسمار کرتے
ہین۔ لہذا انصاف یہ ہے کہ غازی محمود رحمت الٰہی کا مستحق ہے
اور غازی نامسعود جس شے کے مستحق ہین اسے صحیح مسلم کی
نص صحیح بتا رہی ہے کہ "من اخاف اھل المدینۃ اخافہ
اللہ وعلیہ لعنۃ اللہ والملئکۃ والناس اجمعین" یعنی جو
اہل مدینہ کو ڈرائے خدا اُسکو ڈرائے اور اسپر خدا اور فرشتون اور
آدمیون سب کی لعنت ہو۔

(۵) اور سنئے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالی کا انتقال سنہ ۱۵۰ھ
مین ہوا ہے اور اسی زمانے سے اُنکی قبر نمایان اور زیارت گاہ عالم
تھی بقول خطیب بغدادی امام شافعی رح بسیار دن تک اس قبر کے پاس

معتکف رہے ہین اور دیگر علمائے کرام اپنی مرادین لیکر وہان آتے تھے۔ اور آپ کے توسل سے دعا کرتے اور فیضیاب ہوتے :۔
عقود الجمان فی مناقب النعمان دیکھ جاؤ اور پڑھو " لم یزل العلماء ذوی الحاجات یزورون قبر الامام ابی حنیفۃ رح ویتوسلون الی اللہ عندہ فی قضاء حوائجھم ویرون نجح ذلک منھم الامام الشافی رح "

سبحان اللہ ایک یہ علمائے کرام حنفیہ وشافعیہ تھے کہ قبور و صاحبان قبور کی اس طرح عظمت کرتے تھے۔ اور ایک اس زمانے کے بعضے ناخلف علماء ہین جو اپنے آپ کو حنفی کہتے ہین! اور شد رحال الی قبور الانبیاء والاولیاء کو حرام بتاتے ہین۔ اور بزرگان دین کے مزار پر جاکر انکے توسل سے مراد مانگنے کو کفر و شرک کہتے ہین۔
کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا ۔ ع۔

ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

دراصل ایسے لوگ امام ابو حنیفہ کے مقلد نہین بلکہ ارباب تجسیم ابن تیمیہ و ابن قیم وغیرہما کے مقلد جامد ہین۔ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

پھر ۱۲۶۸ھ مین اس مزار پر عالیشان عمارت بنائی گئی جیساکہ

ابن خلکان وغیرہ نے لکھا ہے :- وکان بناء المشھد والقبۃ فی سنہ ۴۶۲ھ اور جب یہ عمارت طیار ہوگئی تو اسکے افتتاح مین اکابر علماء وقضاۃ وامراء شریک ہوئے ۔ اور کسی نے اسے حرام یا ناجائز نہین کہا ۔ دیکھو عقد الجمان ۔

"وبنی شرف الملک ابو سعد المستوفی الخوارزمی رحمہ اللہ بعد ذلک بمدۃ طویلۃ قبۃ عظیمۃ علی قبر الامام ابی حنیفۃ وبنی الی جانبھا مدرسۃ فلما تکامل بناءھا جاء شرف الملک والقضاۃ والامراء والاعیان"

ہان نمبر ۵ کے شروع مین جہان حضرت امام شافعیؒ کے مکث علی قبر ابی حنیفہ کا ذکر ہے وہان ایک اور بہت ہی لطیف بات لکھنا بھول گیا ۔ وہ یہ کہ امام شافعیؒ جبتک قبر امام اعظمؒ کے پاس قیام پذیر رہے اتنی تعظیم وادب کے ساتھ رہے اور قبر وصاحب قبر کا اتنا احترام ولحاظ فرماتے رہے کہ ہر روز نماز صبح کی دوسری رکعت مین دعاء قنوت پڑھنا چھوڑ دیتے ۔ حالانکہ امام مذکورؒ قنوت کو واجب سمجھتے تھے لیکن فرماتے کہ ادب یہی تعلیم دیتا ہے کہ اس امامؒ کے سامنے مین قنوت پڑھنا ترک کردون ۔ کیونکہ اس جلیل القدر امام کی تحقیق میری تحقیق سے مختلف ہے ۔ ملاحظہ ہو ردالمحتار اور عقود الجمان کی یہ عبارت

قال العلامة الزاهد ولی الله تعالیٰ الشیخ شہاب الدین الاشلطی نزیل المدینة الشریفة فی بعض مصنفاته الامام الشافعی رضی الله عنه صلے الصبح بمقام الامام ابی حنیفة رضی الله عنه فلم یقنت فقیل له فی ذلك فقال تأدبا مع صاحب القبر"

کتاب الام کی روایت پیش کرنے والے حضرات کو اس واقعہ پر خوب غور کرنا چاہیئے کہ امام شافعیؒ امام اعظمؒ کو گویا قبر کے اندر بھی زندہ تصور کرتے تھے۔ جب ہی تو زندوں کی طرح تعظیم و احترام کرتے تھے تعظیم قبر و صاحب قبر کے سوا امام شافعیؒ کا یہ فعل اسے بھی بخوبی ثابت کرتا ہے کہ قبر بزرگان دین کے پاس نماز پڑھنا بلا شبہ جائز ہے اور ہرگز حرام نہین۔ غور سے دیکھو تو یہ خود حضرت امام شافعیؒ کا اجتہاد کردہ فعل نہ تھا۔ بلکہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اتباع تھا۔ (توسل و استمداد کے سلسلہ مین یہ روایت گزر چکی ہے)۔

یہ وہ مبارک درخت تھا جسکے نیچے بیٹھکر حضور صلے اللہ علیہ وسلم
نے پندرہ سو مسلمانون سے جانبازی کی بیعت لی تھی اور اس بیعت
کی ادا اللہ تعالی جلشانہ کو ایسی پسند آئی کہ ارشاد ہوا۔

رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک

تحت الشجرۃ الخ

اور اسی رضاے الٰہی کے وجہ سے اس کیکر کے درخت کا نام ہی
شجرۃ الرضوان ہوگیا۔ یہ واقعہ ٦ھ کا تھا۔

یہ درخت کبتک رہا اور پھر کیا ہوگیا

اسکی تحقیق یون ہے کہ صحیح بخاری جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ
الباری ہے اسمین باسناد صحیحہ حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب اور
حضرت مسیب قرشی صحابی سے مروی ہے کہ واقعہ بیعت کے بعد
دوسرے ہی سال ہملوگون مین سے کسی نے اس درخت کو نا پایا اور ہم سے

گم کردیا گیا۔

دیکھو صحیح بخاری جلد اول صفحہ (۴۱۵)

حدثنا موسی بن اسمعیل ثنا
م ویریۃ عن نافع قال قال ابن
عمر رجعنا من العام المقبل فما
جتمع منا اثنان علی الشجرۃ التی
یعنا تحتہا کانت رحمۃً۔

یعنی نافع کہتے ہین کہ عبداللہ بن عمر نے
فرمایا کہ آئندہ سال اس واقعہ بیعت کی
ہملوگ اس مقام (حدیبیہ) پر پہونچے
تو دو آدمی بھی اس درخت کی شناخت پر
متفق نہو سکے وہ ایک رحمت تھا۔

اور دیکھو جلد ۲ صفحہ (۵۹۹)

ال سعید بن المسیب عن
حدیبیہ فلما خرجنا من العام
المقبل نسینا ھا فلم نقدر
علیھا۔

یعنی حضرت مسیب بن حزن صحابی فرماتے
ہین کہ آئندہ سال جب ہملوگ اسمقام پر پہونچے
تو سب کے سب اس درخت کو بھول گئے کسیکو بھی
اسکے بتانے پر قدرت نہین رہی۔

یہ روایت طارق بن عبدالرحمن عن سعید بن المسیب ہی اور
دوسری روایت شعبہ عن قتادہ عن سعید بن المسیب یون ہی۔

لقد رایت الشجرۃ
ثم اتیتہا بعد فلم اعرفہا
محمود ثم انسیتہا بعد

یعنی حضرت مسیب بن حزن فرماتے ہین کہ مین نے اس
درخت کو دیکھا پھر بعد کو جب آیا تو اسکو نہ پایا۔ محمود بن
غیلان کہتے ہین کہ پھر وہ درخت بھلا دیا گیا مجھسے)

تھوڑے دنون بعد لوگون نے اس مقام پر مسجد بنالی اور وہان نماز
پڑھنے لگے حضرت سعید بن المسیب کو خبر ہوئی تو آپ نے فرمایا۔

ان اصحاب محمد صلعم لم یعلموھا و علمتموھا انتم فانتم اعلم۔

یعنی اصحاب رسول اللہ صلعم نے تو اس درخت کو جانا ہی نہین اور تم نے جان لیا تو انسے زیادہ علم والے تمھین ہوئے۔

اب ان روایتون پر غور کرنا چاہیئے کہ عدم عرفان شجرہ اور اسکو بھول جانا
اور نظرون سے گم ہوجانا یہ فقط عبداللہ بن عمر و مسیب بن حزن کیلئے خاص
تھا یا عموماً اصحابہ کرام کی نظرون سے وہ درخت گم ہوگیا تھا الفاظ حدیث
عبداللہ بن عمر اور صیغہ جمع کا استعمال عموم کو بتاتا ہے اور سعید بن المسیب کی
تصریح اصحاب محمدؐ سے عیان ہے کہ یہ جمع مضاف بقاعدہ معانی و
اصول مفید استغراق ہے۔

پس حاصل ان روایتون کا یہ ہوا کہ عموماً اصحاب رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وآلہ وسلم کی نظرون سے یہ درخت علی سبیل التعین غائب ہوگیا۔

صحیح بخاری مین حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے کہ وہ فرماتے ہین۔

لو کنت ابصر الیوم لاریتکم مکان الشجرۃ۔

اگر مجھے بینائی ہوتی تو مین اس درخت کی جگہ کو بتادیتا۔

حضرت جابر انصاری نے عمر زیادہ پائی تھی اور آخر عمر مین انکی بصارت جاتی رہی تھی اور ۷۸ھ مین رحلت فرمائی۔

اس روایت سے حافظ ابن حجر کو یہ شبہہ ہوگیا کہ یہ درخت عموما نظرون سے گم نہ ہوگیا تھا بلکہ حضرت جابر اسکو پہچانتے تھے۔ مگر یہ محض احتمال رکیک ہے۔ اسلئے کہ حضرت جابر نے مکان الشجرۃ فرمایا نہ بعینہ الشجرۃ فرمایا۔ اور ظاہر ہے کہ اصل درخت کی شناخت اور ہے اور جس جگہ وہ درخت تھا اسکی پہچان اور ہے۔

پس حضرت مسیب و عبد اللہ بن عمر اور حضرت جابر کی روایتون مین کسی قسم کا تعارض نہین ہے۔

اور یہ بھی یاد رکھنے کی بات ہے کہ اگر تعارض ہوتا بھی تو حضرت عبد اللہ بن عمر کی روایت کو بہرصورت ترجیح و تقدیم ہوتی۔ اسلئے کہ آثار رسول صلعم کے وہ بہت جویان تھے اور ان مقامات کی حضوری سے وہ برکت حاصل کرتے تھے۔ عامہ کتب رجال و شروح موطا مین ہے۔

وعن نافع انہ کان یتبع اثار النبی صلعم حتی انہ صلعم نزل تحت الشجرۃ فکان عبد اللہ یتعاھد تلک الشجرۃ	یعنی نافع کہتے ہین کہ عبد اللہ بن عمر حضرت کے آثار کے جویان رہتے تھے یہانتک کہ حضورؐ اگر کسی درخت کے نیچے فرو کش ہوئے تھے تو عبد اللہ بن عمر اسے بھی یاد کرکے وہان جا بیٹھتے

عموماً اس درخت کا بعینہٖ استتار وخفا جیسا کہ عبارت النص سے
مین نے بیان کیا ہے اسی طرح کرمانی نے کواکب الدراری مین اور عینی محدث
نے عمدۃ القاری مین اور ملا نور الحق نے تیسیر القاری مین ذکر کیا ہے۔
دیکھو عمدۃ القاری جلد ۸ صفحہ (۲۸۴)

یعنی وہ درخت چھپ گیا اور مخفی ہوگیا تاکہ لوگ فتنہ مین نہ پڑین۔	قولہ فعمیت علینا۔ استترت وخفیت وکان سبب خفاءھا ان لایفتتن الناس الخ۔

اور حضرت شیخ نور الحق حدیث جابرؓ کی شرح مین فرماتے ہین۔
ظاہر میشود کہ ہمدرانوقت آن درخت نماندہ بود۔
یعنی مقام الشجرہ سے یہ بات ظاہر ہے کہ اسوقت اصل
درخت باقی نہ تھا۔

اور مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ نے بھی فتاوی مین ایسا ہی
فرمایا اور حافظ ابن حجر کی اس رکیک توجیہ پر نہایت ہی تعجب فرمایا۔

کیا شجرہ رضوان کو حضرت عمرؓ نے کٹوا دیا

یہ ایک بالکل بے سروپا فسانہ ہے۔ اولاً اسلئے کہ یہ بخاری کی روایت
صحیح کی خلاف ہے اس سے تو اسکا اختفا و استتار ثابت ہے جیسا کہ

پہلے محقق ہوچکا پھر قطع و برید کی کیا معنی ہونگے۔

ثانیاً اگر حضرت جابر کے قول کے وہ معنی لین جو حافظ ابن حجر نے فرمایا کہ آنکی آخر عمر نابینائی تک وہ درخت بعینہ باقی تھا یعنی ۷۸ھ کی لگ بھگ تک جب بھی قطع و برید محال ہے اسلئے کہ حضرت عمرؓ کا انتقال ۲۳ھ مین ہے۔

ثالثاً جس نے اس حکایت کو پیش کیا ہے وہ طبقات ابن سعد سے پیش کیا ہے۔ اور طبقات ابن سعد مین چند طریقے سے حضرت سعید بن المسیب کی روایت کو درج کرکے آخر باب مین اس قطع و برید کے فسانہ کو نقل کیا ہے۔ دیکھو طبقات ابن سعد جلد ۲ صفحہ ۱۰۲)

اخبرنا عبدالوہاب بن عطا ثنا عبد اللہ بن عون عن نافع قال کان الناس یاتون الشجرۃ التی یقال لہا شجرۃ الرضوان فیصلون عندہا قال فبلغ ذلک عمر بن الخطاب فاوعدہم فیہا وامر بہا فقطعت

یعنے نافع نے کہا کہ لوگون نے شجرۃ الرضوان کے پاس آکر نماز پڑہنی شروع کی حضرت عمر کو جب معلوم ہوا۔ تو پہلے انکو ڈرایا۔ پھر اُنکے حکم سے وہ درخت کاٹ دیا گیا۔

یہ اثر بقاعدہ محدثین منقطع ہے جو قابل اعتنا و استناد نہین ہوتا۔ انقطاع اسوجہ سے ہے کہ نافع نے حضرت کا زمانہ نہین پایا نہ انسے لقا نہ انسے روایت ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یون ہے کہ نافع حضرت

عبد للہ بن عمرؓ کے غلام ہین حضرت موصوف نے انکو غزوہ دیلم یا کابل یا طالقان
مین پایا تھا اور یہ غزوہ حضرت عمر کے زمانہ کے بہت بعد ہوا۔ نافع نے عمر بہت پائی
سنہ ۱۲۰ ہجری مین انکی وفات ہوئی تیس برس یہ اپنے مولا کے خدمت گذار رہے ہین
اور مولاے موصوف نے سنہ ۷۴ مین رحلت کی (تذکرۃ الحفاظ) جلد اول صفحہ ۸۸
یہ اپنے مولا حضرت عبد اللہ بن عمر۔ ابو ہریرہ ابو لبابہ رافع بن خدیج
و عائشہ و ام سلمہ و ابو سعید خدری و غیرہم صحابہ سے روایت کرتے ہین
حضرت عمر کا زمانہ ہی نہین پایا پھر انسے روایت بلا واسطہ کیا معنی۔
دیکھو تاریخ صغیر بخاری و طبقات ابن سعد و تہذیب التہذیب جلد ۱۰ صفحہ ۱۲
و تقریب و عام کتب رجال و تاریخ ابن خلکان وغیرہا۔

موطا امام مالک مین شروع باب کی چند حدیثون کے بعد یہ روایت ہے
مالک عن نافع ان عمر بن الخطاب کتب الخ
شراح موطا وہان یہ لکھتے ہین ان الحدیث منقطع فان
نافعا لم یدرک عمر۔ یعنی یہ حدیث منقطع ہے اسلئے کہ نافع نے
حضرت عمر کا زمانہ نہین پایا۔ دیکھو شرح موطا شیخ سلام اللہ حنفی قلمی اور دیکھو
شرح زرقانی جلد ۱ صفحہ ۲۱ مطبوعہ مصر

جب اس روایت کی حقیقت معلوم ہوگئی اور اسکا بے سرو پا
ہونا ثابت ہوگیا تو پاسداران نجدیہ کی دیانت کا حال بھی آشکارا ہوگیا

کہ یہ حضرات درحقیقت اہل حدیث نہین - یہ لوگ اپنے عقیدہ مخترعہ کے
ثابت کرنیکے لئے رطب ویابس کی بھی تمیز نہین کرتے - ایک طرف تو
یہ دعویٰ کہ آثار صحابہ حجت نہین اور اسکو مذہب اہلحدیث قرار دیا جاتا ہے
اور دوسری طرف آثار رسول ص کے مٹانے کیلئے بے سرو پا اثر صحابی سے
استدلال کیا جاتا ہے - ہملوگ توسل واستمداد کے مسئلہ مین اگر غیر صحاح
ستہ کی کوئی حدیث حسن وصحیح بھی پیش کرتے ہین تو میزان الاعتدال ذہبی
اور تقریب ابن حجر کی ورق گردانی کیجاتی ہے اور جرح مبہم بھی جائز قرار دیکر
وہ حدیث موضوع یا ضعیف بتلائی جاتی ہے - مگر آثار نبویہ اور تبرک کے
ابطال کیلئے یہ ابن سعد کا اثر ضعیف ومقطوع قطعی الدلالۃ والثبوت
بنایا جاتا ہے. نافع سے یہ اثر پیش کیا جاتا ہے حالانکہ صحیح بخاری مین
نافع اسکے خلاف اپنے مولا عبداللہ بن عمر سے روایت کرتے ہین بخاری
کے رواۃ موسیٰ بن اسمٰعیل وجویریۃ عامہ ارباب جرح وتعدیل کی نزدیک
ثبت ثقہ ہین اور ابن سعد کی اس روایت مین عبدالوہاب بن عطا ہین
جنکو بخاری فرماتے ہین لیس بقوی اور تہذیب التہذیب مین ہے
عبدالوہاب لیس عندہم بقوی جلد ۶ صفہ ۴۵۱ اور تقریب التہذیب
مین حافظ ابن حجر نے فرمایا. صدوق ربما اخطا - یعنی عبدالوہاب صدوق
تو ہین لیکن اکثر غلطی کرتے ہین - صفہ ۲۴۱ -

یہی وجوہات ہین کہ امام بخاری نے آپسے کوئی روایت نہ کی - اور نہ مسلم نے ادھر توجہ کی -

اب سمجھ لینا چاہیئے کہ کجا امام محمد بخاری اور کجا کاتب واقدی شتان بینہما -

ملاحدہ وجہال

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے وسیع الخیال وحکیم امت کی پست خیالی ثابت کرنے کیلئے اس قسم کی باتین اس جناب کی طرف منسوب کرتے ہین کہ وہ آثار قدیمیہ وعظیم بالشان یادگارونکو مٹاتے تھے کتبخانہ اسکندریہ جلاکر خاک سیاہ کیا اور متبرک آثار رسول کو کاٹ چھانٹ کر مٹادیا - ذلک بھتان عظیم - اور بہتیرے اہل علم ارباب تعصب بھی اس فریب کے جال مین پھنس گئے اگر وہ درایت سے کام لیتے تو اس شکنجہ سے نکل جاتی - خدا تعصب کا برا کرے - محمد بن عبدالوہاب امام فرقہ نجدیہ بھی اسی بستی کے جال مین پڑے ہین - جب انکو مسلمانون نے کتبخانہ جلانیکا الزام دیا تو اپنی برائت یون کرتے ہین کہ مین سب کتاب نہین جلاتا - بلکہ انھین کتابون کو تلف کرتا ہون کہ جسکے پڑہنے سے لوگون مین شرک پھیلتا ہے مثل روض الریاحین اور علم منطق کی کتابین برباد کرتا ہون (کتبخانہ علمائے فرنگی محل) کہ اس سے عقایدمین خلل واقع ہوتا ہے - دیکھو مجموعۃ الرسائل تحفہ سینۂ نجدی حال کا رسالہ

ثالثہ محمد بن عبدالوہاب صفحہ ۴۳ -

اللہ اللہ یہ کتاب روض الریاحین حضرت امام عبداللہ یافعی کی

تالیف ہی جو اسلامی دنیا کے بڑے مورخ و محدث صوفی مشہور آفاق ہین انکی

کتاب مراۃ الجنان بمثیل کتاب شمار کیجاتی ہے اور حضرت موصوف کے مداح

حافظ ابن حجر و سخاوی و عامہ محدثین ہین - روض الریاحین کا تذکرہ کشف الظنون

وغیرہ مین موجود ہے - ایسی مقدس کتاب کو شرک پھیلانے والی کتاب کہنا

بجز جہالت و دریدہ دہنی کے اور کیا ہے -

اور علم منطق کو مخل اسلام بتانا یہ بھی نجدی جہالت ہی - ان کے

مورث اعلی ابن تیمیہ نے تو ایک کتاب رد المنطق بھی لکھی تھی - جو اضحوکۂ

طفلان ہے اور اہل علم نے ادھر توجہ بھی نہ کی - جب اس سے کام نہ چلا تو

اُنکے مقلدین نے اسکے جلانے اور برباد کرنیکا حکم دیا -

فاعتبروا یا اولی الابصار -

اب اس تمدنی دنیا اور عالم تعلیم مین ایسی دشمنان علم و تہذیب کی

حکومت کو کوئی عاقل پسند کر سکتا ہی - لا واللہ

تعصب و عناد

کا خدا برا کرے - آثار قدیمہ کی حفاظت کا مسئلہ اس زمانہ مین مسلم الثبوت

ہوگیا ہے۔ اور ناموران ملک و ملت کا اسٹیچو نصب کیا جاتا ہے۔ اور اسکے نصب کرنے مین مسلمان لیڈران بھی فراخدلی سے شرکت کرتے ہین۔ اور تصویر کے جواز پر رسالہ لکھا جاتا ہے۔ مگر ذریات نجدیہ حب آثار انبیاء و سلف صالحین کو مسمار و برباد کرتے ہین تو اُسکو سنت فاروقی و مشرب شافعی و مسلک حنبلی بناکر۔ اس فعل کو مستحسن اور اسکے مرتکب کو بت شکن اور غازی کا لقب دیا جاتا ہے۔

ببین تفاوت رہ از کجاست تابکجا

طرفہ یہ ہے کہ چودھوین صدی کے مورخین محمود کی بت شکنی کی تاویل کرتے ہین اور مندرون اور گرجاؤن کے توڑ پھوڑ کو ناروا قرار دیتے ہین۔ مگر آثار رسول اور سلف صالحین کے مقابر و مشاہد و قباب و مساجد کے مسمار کرنے کو اہم فرائض اسلامی کہتے ہین۔ فیا للہ من ینصفنا۔

خیر یہ جو کچھ چاہین

کرین اور کہین مگر خدارا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دامن عدل پر دھبہ نہ لگائین۔

حاشا و کلا اس جناب نے کبھی آثار رسول کو نہ مٹایا اور نہ شجرۃ الرضوان کو

حضرت عمر رسول اللہ صلعم کی یادگار کے ایسے قدردان تھے۔ کہ حضور
صلے اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے طواف کعبہ مین رمل کیا تھا تاکہ مشرکین قوت
اسلامی کو دیکھہ لین اور مسلمانون کو ضعیف وکمزور نہ سمجھین پھر حضرت اپنے
زمانہ خلافت مین فرماتے ہین کہ اب تو اسکی ضرورت ہی نہ رہی یہان
مشرکین ہین نہ مخالفین۔ لیکن یہ ہمارے حضور کا فعل ہے ہم تو اسے
نہ چھوڑینگے دیکھو صحیح بخاری جلد ۱ صہ ۲۱۸ بے ضرورت شے کو قائم رکھنا
فقط آثار رسول صلعم کی قدردانی تھی۔

پس ایسے بزرگ کو شجرۃ الرضوان کا قاطع بنانا قطعی بہتان وافترا ہے۔
اور ایسے آثار پر مسجد بنانا اور وہان نماز پڑھنا اگر حضرت فاروق کے نزدیک
ناجائز اور موہم شرک تھا تو سب سے پہلے اپنے فرزند عبداللہ کو تنبیہ کرتے جن سے
بروایات صحیحہ یہ باتین ثابت ہین =

تقریظ حضرت قدوة العلماء المحققین زبدة العرفاء الکاملین شیخ الاسلام والمسلمین مولانا قیام الدین عبد الباری لازالت شموس کمالاتہ بازغہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم
حامداً ومصلیاً ومسلماً

برادر عزیز القدر (اللھم اجعلہ باقر العلم کما جعلتہ جعفر الاسم) نے جس خوبی وخوش اسلوبی سے توسل واستعانت اور سماع موتی وکرامات اولیا بعد موت ایسے مسائل مُہمہ کو آسان اُردو مین ظاہر کیا ہے یہ اونکا موروثی شیوہ ہے مسائل مذکورہ تو قدیم ہین قرآن وحدیث واجماع امت سے ثابت ہین مگر دور آخر مین جبکہ جہالت مرکبہ حدکو پہونچ چکی ہی اس تحقیق کو جدید بلکہ اجدواحق بالتحقیق کہنا بیجا نہین ہے جزاہ اللہ عنا وعن المسلمین خیر الجزاء۔ اس تصنیف کا خاص پہلو یہ ہے کہ قدما و محدثین سے استناد کیا گیا ہے اور ارباب باطن وعلمائے اہل تصوف ومعرفت سے استدلال پر اکتفا نہین کیگئی ہی نہ فقط فقہا متاخرین کے کلام سے تقویت دی گئی ہے اس اسلوب سے مدعیان اہل حدیث کیلئے خاص ہدایت ہے اور اونکے لئے

اونکے قدما کا اسوہ دکھایا گیا ہے جسکی اتباع اونکو بھی لازم ہے ورنہ صوفیاء کا ذکر ہے کیا فقہاء مین محققین اہلحدیث قدیم سے لیکے ابتک ان مسائل مین متفق اللفظ ہین کبار علمائے فرنگی محل اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی وحضرت شاہ ولی اللہ وحضرت شاہ عبدالعزیز قدست اسرارہم کی تحقیقات دیکھنے والے جانتے ہین کہ یہ مسائل مفروغ البحث ہین کیونکہ استعانت وتوسل صحیح کے جواز کے قائل استمداد اہل قبور کے عامل سماع موتی کے نسبت کرامات اولیا بعد موت کے سب مقر ہین مولانا محمد جعفر صاحب قابل مبارکباد ہین کہ انھون نے ان اکابر کی اتباع کی اور اس دور آخرزمان کے مسموم اثر سے محفوظ رہے ظاہر ہے کہ حق قدماء کے ہاتھ رہا اور اب جو جدید قول پیدا کیا جاتا ہی سوائے ضلال کے اور کیا ہو سکتا ہے وما بعد الحق الا الضلال مگر نوعمری اور کم علمی مین امنگ ہوتی ہے کہ نئی بات پیدا کیجاوے تاکہ بڑے عالم کہلائین اور مشہور ہو جاوین اور بڑی وبا تو لامذہبی کی پھیل رہی ہی اصول اسلامیہ سے ضعف اعتقاد ہو رہا ہی یہ فروعی مباحث اون اصول کے انکار کا پیش خیمہ ہین جنکی جھلک کہین کہین سے ہونے لگی ہی برادر موصوف کے گرد اگر دیہ فضا موجود ہی مگر خدا کی توفیق اور بزرگونکی تائید سے موصوف دور متاخرہ مین قدماء کے نمونہ ہین مین کمال خلوص دل سے اس تصنیف کی قبولیت کی اور موصوف کی ترقی علم ودرجات کیلئے دعائے خیر کرتا ہون۔ فقط

(فقیر محمد عبدالباری عفا اللہ عنہ)

واضح ہو کہ ملاحدہ کا اصلی مقصود قرآن وحدیث کے برکات کو دنیا سے کھو دینا ہی اسلئے وہ مختلف انواع مکاید سے پیش آتے ہین۔ کبھی فقہ ایمہ پر حملہ کرتے ہین کبھی تصوف وصوفیہ پر ہاتھ صاف کرتے ہین اور کبھی معجزات نبویہ وکرامات اولیا کو لغو ثابت کرنے کے لئے محدثین کبار پر جرح کرتے ہین اور مفسرین کو فسانہ گو قرار دیتے ہین اور احادیث کو بے اعتبار بتاتے ہین۔ اور اگلے فقہا ومحدثین کے اقوال وافعال کو شرک وکفر بتاتے ہین اپنے اس مقصد کی کامیابی کے لئے تصانیف ابن تیمیہ وابن قیم وابن عبد الہاد ومحمد بن عبد الوہاب نجدی کو شایع وذایع کرتی ہین۔ یہ حضرات وہ ہین کہ جن کے اقوال شاذہ عجیبہ پر فقہا ومحدثین بلکہ جمہور امت نے نفرین کی ہے۔ یہ لوگ ایسی باتین کہتے ہین جس سے معاذ اللہ خداوند تعالیٰ کے لئے جسم وجہت ثابت ہو اور انبیا ورسول کے آثار کی بے وقعتی ہو۔ یہ بلا ہندوستان ہی مین نہین بلکہ اسکا بڑا مرکز مصر ہے۔ شاید علامہ سید رضا بھی اس قوم کے لیڈر ہین۔ خفیہ ایجنٹ کلکتہ سے پنجاب تک پھیلے ہوئے ہین انکے مجلہ "منار" کو پڑہو اور دیکھو احادیث صحیحہ کو وہ بے سر وپا کہدیتے ہین اور بے سر وپا خبرون کو نص قطعی ثابت کرتے ہین۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر بربادی شجرۃ الرضوان کی تہمت لگاتے ہین یہ سب باتین علوم قرآن وحدیث سے بیخبری کے باعث ہین۔ عقاید نجدیہ کی تصحیح اور حضرت شیخ العلما المحدثین علامہ سید دحلان رحمہ اللہ پر بالاعلان لعن وتبرا کرتے ہین۔ اللھم اھد قومی فانھم لایعقلون۔

خاکسار جعفر

پھلواری کے پھول

شمس المعارف (حصہ دوم) حضرت قبلہ مد ظلہ کے خطوط لطیف

مکتوبات کا مجموعہ - جلد اوّل - قیمت عہ/

" دویم ...... " عہ/

تصانیف مولانا شاہ حسن میاں صاحب

تذکرہ سہروردیہ از مولانا حسن میاںصاحب مرحوم قیمت ...... عہ/

میلاد الرسول .... " .... " ۱۰/

ذکر رسول .... " .... " ۲۰/

شہادت حسین .... " .... " ۴/

سفرنامۂ عراق - مولانا حاجی شاہ حسین میاںصاحب اڈیٹر غریب نواز قیمت ۸/

فریاد اسلام - (یہ وہ نظم ہے جو مولانا حسین میاںصاحب نے بمبئی خلافت کانفرنس میں پڑھی تھی) قیمت ۸/

امارت شرعیہ پر ایک نظر - از مولانا شاہ محمد عزیز صاحب پھلواروی مدرس اول مدرسہ اسلامیہ پھلواری قیمت ۱۲/

شیخ عبدالقادر [illegible] از مولانا شاہ غلام حسنین صاحب پھلواروی " ۳/

اسلامی مساوات از مولوی محمد حفیظ اللہ صاحب جنرل سکریٹری مسلم ایسوسی ایشن پھلواری شریف قیمت ۸/

اسلام اور [illegible] از [illegible] ۳۰/

دیوان فرد - قیمت للعہ/ تاریخ کملا حصہ دوم - رعایتی قیمت ۸/

المشتہر

مینیجر مالک وکیل احمد مسلم بک ڈپو پھلواری شریف پٹنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامدًا و مصلیًا و مسلمًا

امابعد ۔ رسولؐ بیشک حیات و ممات کے ساتھ متصف ہے مگر اسکی زندگانی اور وفات عام لوگون کی حیات و موت کی سی نہین ہوتی، رسولؐ کو نفسانی زندگی کے ساتھ اعلیٰ روحانی زندگی بھی ہوتی ہے جسکے انعکاس سے وہ مردہ دلون کو زندہ کرتا ہے جسے خدا نے یزکیھم کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے اور رسولؐ روحانی جذبات کو اپنے حکیمانہ روحانی خیال سے قوم کے خیال مین اُتارتا ہے جسکو خدا نے یعلمھم الکتاب والحکمۃ سے تعبیر فرمایا ہے۔

الغرض رسولؐ فقط زندہ ہی نہین ہوتا بلکہ ایک تازہ زندگانی اور روحانی حیات بھی بخشتا ہے وہ ایک ایسی پاک اور مہذب قوم آراستہ کرتا ہے کہ جسکی شان ہے لاخوف علیھم ولاھم یحزنون ۔ اور اس قوم کی روحانی زندگانی ایسی مضبوط ہوتی ہے کہ اگر کوئی ظالم ان پر ظلم کرے، کوئی شقی اونکو ہلاک و برباد کرے راہ خدا مین اونکو قتل کر دیا جائے ۔ تو اونکو اپنے اس جسم و جان کی پروا بھی نہین ہوتی کیونکہ اونکی جان کوئی معمولی جان نہین وہ اس قتل کئے جانے پر دور نہین پڑ گئے بلکہ وہ عالم شہادت مین ہین اسی لئے اونکو شہید کہا جاتا ہے اور عام مردون کی طرح اونکو سمجھنے سے سخت ممانعت کی گئی اور یہ حکم سنا دیا گیا کہ ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل

احیاءؔ ولکن لاتشعرون، جب رسولؐ ایسی زندہ جاوید قوم پیدا کرتا ہے کہ جسکو مردہ نہین کہا جا سکتا، پھر اُس برگزیدہ رسولؐ کو جسکا رتبہ اُن (شہیدون) سے بڑھکر ہے، عام مردون کی طرح کہا اور سمجھا جائے اور اسکی موت کو عام لوگون کی سی موت شمار کیا جائے۔ یہ ادون بے شعور لوگون کا کام ہے جنکو خدا نے لاتشعرون فرمایا ہے۔

اہل فہم وفراست اور اہل دانش وبینش ہرگز ایسا نہین سمجھ سکتے نہ کہہ سکتے ہین۔ انک میت وانہم میتون سے وہ عام موت مراد ہے جسے ایک جگہ کل نفس ذائقۃ الموت کرکے تعبیر کیا ہے۔ اور اس سے کوئی مسلمان انکار نہین کرتا، لیکن جسطرح رسولؐ کی زندگانی معمولی اور عام لوگون کی سی زندگانی نہین، اسی طرح اسکی موت بھی عام لوگون کی سی موت نہین ہو سکتی۔"

(۲) رسولؐ ابدی ودائمی طور سے ہماری اور خداوند تعالٰی کے درمیان وسیلہ ہوتا ہے اسلئے وہ عام بشر کی طرح نہین بلکہ اسکو ایک طاقت عطا کیجاتی ہے جسکو فوق طاقت بشری کہتے ہین اور وہی اسکا معجزہ ہے۔ وہ آسمان کی سیر کرتا ہے طبقات زمین کا مشاہدہ کرتا ہے کبھی عالم لاہوت مین مستغرق اور کبھی عالم ملکوت مین جلوہ فگن اور کبھی اپنے گھر ہی کو ایسا عالم ملکوت بنا دیتا ہے کہ وہان بجز نحن نسبح ونقدس لک کے رجس وآثام کی ہوا بھی لگنے نہین پاتی۔ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا۔ اور اپنے رفقا وانصار پر اپنی شرح صدر اپنی خداداد ہمت مردانہ اور خلق عظیم ورحمت عمیم وخلوص تعبدی کا جب وہ انعکاس ڈالتا ہے تو بہت جلد ایک ایسی قوم طیار ہو جاتی ہے کہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم ترھم رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا سیماھم

فی وجوههم من اثر السجود - کی تجلی نظر آنے لگتی ہے -

وہ رسول ؐ رحمۃ للعلمین کے لقب سے مخاطب تھا اور بالمومنین رؤف رحیم - اسکی خاص شان تھی - اسلئے مان باپ سے زیادہ ہمپر مہربان اور ہمارے دکھ درد کا شریک اور ہمارا مونس و غمگسار تھا ہمین جب بھوک لگتی اسکے آگے روتے وہ تھوڑی سی روٹیون سے ہم سبھون کو آسودہ کر دیتا - پیاس کی جب شکایت کرتے تو سنسان میدان مین چشمہ پیدا کر کے ہمکو سیراب کرتا - بخار آتا تو وہ دوا بتاتا - آنکھین جاتی رہتین اور اُسکے آگے روتے تو وہ اپنی تدبیر سے آنکھین بخشتا - ہاتھ پیر پر جب کبھی صدمہ پہونچتا تو وہ اپنے دست کرم کے مس سے چنگا کر دیتا -

الغرض کبھی اُسنے محروم نہ کیا جو مانگا سو پایا -

پہلے مقدمہ سے جب یہ ثابت ہے کہ ظاہری موت کے بعد کی حیات ایک حیوۃ اعلی من حیاۃ الدنیا ہے - تو پھر کیون ہم اپنی مصیبتون کو اُسکے آگے نہ کہین - اور دعا کی مدد اس سے کیون نہ لین - کیا میرا تعلق منقطع ہو گیا کیا اب میرا وہ وسیلہ نہین رہا - کیا قیامت آنیوالی نہین اور کیا میری وہ شفاعت دستگیری نہ کرے گا - فلا تیأسو من روح اللہ -

(۳) نجدی - ہماری اس نیازمندی کو اس سرکار سے چھوڑانا چاہتے ہین اور جب ہم توسل و استغاثہ و استمداد کرتے ہین تو ہمکو بدعتی کافر و مشرک مہدور الدم بتاتے ہین جیساکہ کتاب التوحید توضیح ہدیۃ السنیہ سے واضح ہے - توضیح صفحہ ۱۴۳

اسی جرم مین ہمارے برادران اسلام کا طائف مین قتل عام کیا گیا - اور ہمارے بزرگون کی یادگار مساجد اور قبے اور مزارات متبرکہ ڈھا دئے گئے اور انکولات دعزی و مناۃ کہا گیا - دیکھو کتاب التوحید و توضیح صفحہ ۱۳۴

اب ایسے واہبیہ حاطمہ مین ہم اُسے اپنے آقائے مہربان رسولؐ ذی
اکو یاد کرتے ہین جسکے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ نے پہلے فتنہ نجد مین ہماری فر
کی اور ان ظالمون سے نجات دی۔

یا اکرم الخلق مالی من الوذ به
سواک عند حلول الحادث العمم

(۴) ہندوستان کے وہابیہ والمحدیث اب بالاعلان عقاید نجدیہ کی تص
اور اونکے مظالم کی توجیہ کرتے ہین۔ اسلئے مین چاہتا ہون کہ ہر ایک مسئلہ متنا
فیہا مین۔ مین اپنے عقائد حقہ کی دلائل وبراہین پیش کرون اور برادران المحد
اگلے محدثین کی روشن تحقیق بتاؤن۔ لعل اللہ یحدث بعد ذالک
(۵) نجدیون کو سب سے بڑا مغالطہ مسئلہ استمداد کی نافہمی سے ہوا ہے۔ اسلئے
مسئلہ پر سب سے پہلے روشنی ڈالی جاتی ہے۔ اور ہندوستان کے اہلحدیث چونکہ
سماع موتی کے بھی منکر ہین اسلئے مختصر بحث اس سے بھی کیگئی ہے۔

واللہ نعم المولیٰ ونعم النصیر